درجہ سادسہ کے نصاب میں شامل ایک اہم کتاب مطول کے بہترین نوٹس بنام

عرفان المطول

از قلم: أبو القاسم محمد عرفان عطاری

طالب عطار
+92315-4878295

مرکزی جامعۃ المدینہ فیصل آباد

Scanned with CamScanner

①

الحمد کی تعریف حمد و شکر کا مورد اور متعلق اور ان کے درمیان نسبت کیا ہے؟

حمد سے مراد زبان سے تعریف کرنا کسی کی اختیاری خوبی پر برابر ہے کہ اس خوبی کا تعلق فضائل (ایسی صفات جو غیر کی طرف متعدی نہ ہوں علم والا ہونا / قادر ہونا) سے ہو یا فواضل (ایسی صفات جو غیر کی طرف متعدی ہوں) سے ہو۔

حمد کا مورد زبان ہے اور متعلق عام ہے نعمت ہو یا نہ ہو جبکہ شکر کا مورد عام ہے زبان اعضاء دل وغیرہ جبکہ اس کا متعلق خاص ہے نعمت کے ملنے پر ہی شکر ہوتا ہے۔ حمد و شکر کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے جہاں یہ نسبت ہو وہاں 3 مادے ایک اجتماعی دو افتراقی جمع ہوتے ہیں۔

شکر سے مراد ایسے امر کو ظاہر کرنا جو انعام کرنے والے کی تعظیم کو اس کے انعام کرنے کے سبب چاہیے۔

---

② **الحمد للہ کی جگہ الحمد للخالق یا الرازق کیوں نہ کہا نیز صفت انعام کو کیوں ذکر کیا اور صفت حمد کو مقدم کیوں کیا۔**

اگر الحمد للخالق یا رازق کہتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ اللہ پاک اس صفت کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے لیکن دوسری صفات کی وجہ سے حمد کا مستحق نہیں ہے اس وہم کو دور کرنے کے لئے للہ ذکر کیا

صفت انعام اس لئے ذکر کیا تاکہ پتہ چل جائے اللہ تعالی اپنی ذات کی وجہ سے ہی حمد کا مستحق ہے صفات کا اعتبار نہ بھی کیا جائے تب بھی حمد کا مستحق ہے کیونکہ وہ ذات واجب الوجود ہے اور واجب الوجود ذات وہی ہوتی ہے جو تمام صفات کا جامع

الحمد للہ میں الحمد صفت کو مقدم کیا مقتضائے حال کے تقاضا کرنے کی وجہ سے کہ یہ حمد کے زیادہ اہتمام ہے اللہ کے انعام کرنے پر بطور شکر اللہ کا حمد کرنا مقصود ہے انعام یہ کہ کتاب لکھنے پر بطور شکر میں حمد کرنا مقصود تھا اگرچہ اللہ کا ذکر اہم ہے ذاتی طور پر

Scanned with CamScanner

الحمد میں الف لام کونسا ہے صاحب کشاف کا مذہب اعتراض و جواب بیان کریں
اور یہ بیان کریں الف لام جنسی لینا اولیٰ ہے اس کی وجوہات بیان کریں

الحمد میں الف لام جنسی لینا اور استغراقی لینا دونوں جائز ہیں لیکن جنسی لینا اولیٰ ہے صاحب کشاف امام زمخشری جو کہ معتزلی ہے انہوں نے اپنی کتاب میں الف لام جنسی مراد لیا ہے تو بعض لوگوں نے یہ وہم کیا کہ انہوں نے اپنا مذہب معتزلہ ثابت کرنے کے لئے جنسی مراد لیا ہے ان کے نزدیک (معتزلہ کے) افعال دو طرح کے ہیں۔

ایک افعال غیر اختیاریہ (علم، خوبصورت، قادر) ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اس کے ذریعے حمد اللہ تعالیٰ کی ہوگی اگر بندوں کی بھی اس کے ذریعے تعریف کی تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوگی اور افعال اختیاریہ میں تعریف کی تو اس کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ بندے ہیں لہٰذا تمام حمد کی جنسی لینے سے اللہ کے لئے ثابت نہیں ہوتیں کیونکہ بعض ہوتیں ہیں اور بعض بندوں کی ہوتیں ہیں۔

ان کا مذہب تب ثابت ہوگا جب الف لام جنسی مراد لیں الف لام جنسی دو طرح کا ہے ایک جنس کے تمام افراد پائے جائیں گے اور دوسرا اگر ایک فرد بھی پایا گیا تب بھی جنسی ہے۔ اگر استغراقی مانیں تو تمام تعریفیں اللہ کے لئے ثابت ہوں گی
الف لام جنسی لینا زیادہ اولیٰ ہے اس لئے یہ سمجھنے کے زیادہ قریب ہے۔

عرب میں زیادہ مشہور ہے اگر جنسی نہ لیں تو غیر مشہور بات کی کلفت ہوگی۔
محاورے میں عموماً الف لام جنسی پر داخل ہوتا ہے۔

جب الف لام استغراقی کے قرائن مخفی ہوں تو جنسی مراد لینا اولیٰ ہے۔

(4) علی ما انعم میں ما مصدریہ ہے یا موصولہ مکمل تحقیق بیان کریں

ما مصدریہ ہے ما موصولہ لینے سے لفظاً اور معنی خرابی لازم آئے گی جب جملہ صلہ بنے
تو ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو ما موصولہ کی طرف لوٹے جو معطوف علیہ کا حکم وہی معطوف کا
حکم ہے لفظی خرابی اس طرح انعم بہ تو دوسری عبارت بنے گی انعم میں ھو ضمیر اسم
جلالت کی طرف راجع ہے اور بہ ضمیر نکالنی پڑی جو ما موصولہ کی طرف لوٹائی جائے گی۔
اور علمہ من البیان مالم نعلم انعم پر عطف جب ہو گا تو علمہ ہے گا۔
علم میں بھی پوشیدہ ضمیر ماننی پڑے گی اور علم کا دوسرا مفعول مالم نعلم ہے موجود لہذا محذوف
مفعول ماننا درست نہیں ہے لہذا اس کو صلہ بنانا بھی درست نہیں اسی لئے لفظی خرابی آتی ہے کہ
کہ ایک میں ضمیر محذوف ماننا درست دوسرے میں درست نہیں ہے بعض لوگ علما میں
ضمیر محذوف ماننا درست ہے جب ما موصولہ مانیں وہ اس طرح کہ آپ
(1) مالم نعلم کو ضمیر محذوف علمہ میں ہ ضمیر سے بدل بنا دیں اور ضمیر مبدل منہ بنا دیں
(2) مالم نعلم کو مبتدا محذوف کی خبر بنا دیں
(3) اعنی فعل کا مفعول بنا دیں مالم نعلم کو تب ضمیر لینا درست ہو گا۔
تو شارح نے جواب دیا العبارت سے محذوفات اور تکلفات اٹھانی پڑ رہی ہے جبکہ
بلاغت کا قاعدہ ہے کہ بلاغت آسانی کا تقاضا کرتی ہے لہذا اگر مصدر مانیں تو آسانی
سے سمجھ آ جائے گی معنی خرابی یہ ہے کہ ایک نعمت اور ایک انعام ہوتا ہے
انعام منعم کی صفت ہے جب تک انعام کرنے والا ہے تب تک انعام کی صفت اسکی
سا تھ قائم ہے اور نفس نعمت سے اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے اگر ما موصولہ لیں تو
حمد نفس نعمت پر ہے اور ما مصدریہ لیں تو منعم کے انعام کے سبب حمد ہے۔
اب ما تن نے نعمتوں کا ذکر اس لئے نہ کیا کہ عبارت ان تمام نعمتوں کا احاطہ کرنا
سے قاصر ہے اگر کوئی ایک نعمت ذکر کر دیتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ جو ذکر کر دی نعمتیں
صرف رسکی وجہ سے تو حمد کا مستحق ہے جو ذکر نہ کی ان کی وجہ سے حاصل نہیں اسی وجہ
سے کوئی نعمت ذکر نہ کی تا کہ سامع کا ذہن چلا جائے ہر ممکن راستے پر کہ جن جن
نعمتوں کا میں تصور ذہن میں لائے ان نعمتوں کی طرف ذہن چلا جائے۔

Scanned with CamScanner

(5)

۴ اصولی مضمون کا ذکر کیوں کیا؟

ماتن نے ۴ اصولی مضمون (۱) بیان (واضح بولنے کی صلاحیت) (۲) ذکر رسول (۳) قرآن (۴) حکمت ان کا خاص طور پر ذکر کیا اس لئے کہ ان کی نوع انسانی کو ضرورت پڑتی ہے۔ بیان کی ضرورت اس لئے کہ انسان طبعی طور پر اجتماع میں رہتا ہے کہ انسان محتاج ہے اپنی زندگی گزارنے میں نوع انسان کے ساتھ اکٹھے رہنے کے ساتھ محتاج اس لئے کہ وہ لینے اور خرچ کرنے میں باہم محتاج ہے۔ خوراک غذا دینے وغیرہ میں لہذا ہر شخص جو وہ حاصل کرتا ہے باہم تو وہ پہچان لیتا ہے جو اسکے دل میں بات ہے اس لئے ہم نے بیان کو ذکر کیا ہے۔ اگر بولیں اشارہ سے بھی تو دل کی بات سمجھا دیتے تو اشارہ کافی نہیں اس لئے کہ تب لکھنے میں بھی دشواری ہوتی کہ ہر وقت قلم اور کاغذ کی ضرورت ہوتی اور ہر بات لکھی جانے تو سمجھانے کا مقصد فوت ہو جائے گا جیسے سانپ پیچھے ہو۔ جب سب نے بیان کر لیا تو باہم مل کر رہنا ہوا تو پھر قوانین شریعت کی ضرورت پڑی تو جو شریعت کے احکام کو واضح کرے اور خطاء سے محفوظ کردے اور وہ شارح آقا علیہ السلام ہیں اس لئے ذکر رسول ذکر کیا ہوں کہ شارح کی ذات بھی اصولی نعمت اور عظیم الشان نعمت ہے اور شارح کا ممتاز ہونا اس طرح ہے کہ انبیاء شا بدل سے ثابت ہو کہ یہ شریعت اسکے رب کی طرف سے ہے نہ کہ اپنی طرف سے اور قرآن اعلی معجزہ ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے یہ بھی عمدہ الفاظ ہے۔

(6)

اما بعد کی تحقیق بیان کریں

بعد کا مضاف الیہ محذوف اور منوی ہو تب یہ مبنی بر ضمہ ہے جبکہ اما فعل پر داخل ہوتا ہے جبکہ یہاں پر فعل موجود نہیں (۲) فلما پر فاء جزائیہ لانا بھی درست نہیں کیونکہ فعل شرط موجود نہیں ہے۔

اما کی اصل مهما یکن من شیء ہے۔ اب اما اسم کی جگہ واقع ہے تو مقام اسمیت کی وجہ سے وہ مبتدا ہے اور اما فعل کی جگہ واقع ہوا تو یہ شرط ہے اما ان دونوں مضمون کو متضمن ہے شرط کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے فاء لازم ہوتی اور اما کے ابتداء کے معنی کو ہونے کی وجہ سے اسم جو کہ مبتدا ہے وہ لازم ہوا۔ اب جب اما اسم کی جگہ ہے تو اسمیت لازم ہے جبکہ اما حرف ہے تو اسم کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اما کے بعد لفظ اسم کو لائے تاکہ تقاضا پورا ہو جائے۔ اما جب فعل کی جگہ واقع ہو تو یہ فعل شرط ہے تو جزاء پر فاء لازم تھی جبکہ لفظ پر فاء جزاء آ نہیں سکتی اس

Scanned with CamScanner

(7)

فاء کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے لما پر حرف جزائیہ داخل کر دیا۔

لہ یکشف عن وجوہ الاعجاز فی نظم القرآن استارھا پہ کس دعوے پر دلیل سے وضاحت کریں؟ اس میں موجود استعارات بیان کریں

(8)

فان قیل: کیف توفیق بین ما ذکرھھنا وبین ما ذکر فی المفتاح عبارت کی وضاحت اعتراض و جواب بیان کریں؟

تلخیص المفتاح اور صاحب مفتاح العلوم کی عبارتوں میں جو تعارض ہے وہ یہ ہے

علامہ قزوینی فرماتے ہیں۔

① اعجاز کا ادراک علم بلاغت کے ذریعے ہوتا ہے ② نظم قرآن میں وجوہ اعجاز سے پردوں کو کھولنا ممکن ہے

علامہ سکاکی فرماتے ہیں۔

① مدرک اعجاز ذوق سلیم ہے ② وجوہ اعجاز سے پردوں کو کھولنا ممکن نہیں ہے

ان دونوں بزرگوں کی عبارتوں میں تعارض ہے تو ان دونوں میں تطبیق دینا ممکن ہے

علامہ سکاکی نے جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وجوہ اعجاز سے پردہ ہٹانا ممکن نہیں اس سے مراد لفظوں میں ایسے وصف کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور حقیقت بیان کرنا ممکن نہیں اگرچہ ذوق سلیم کے ذریعے اسکا کچھ نہ کچھ ادراک ہوتا ہے جیسے نمکین ذائقہ

اور جو تلخیص المفتاح نے فرمایا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ لفظوں میں ایسے وصف کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے اگرچہ بلاغت کے ذریعے اسکا علم حاصل ہو جاتا ہے لیکن یہ ذوق سلیم کے واسطے سے جو علم بلاغت سے پیدا ہوتا ہے پتہ چلا کہ علامہ سکاکی کے نزدیک وجوہ اعجاز کا ادراک ذوق سلیم کو بلا واسطہ علم حاصل ہوتا ہے جبکہ تلخیص المفتاح کے نزدیک وجوہ اعجاز کا ادراک علم بلاغت پر موقوف ہے ذوق سلیم کے واسطے سے

(9) 1

* ضعف اور فاسد میں فرق اور حکم بیان کریں؟

ضعف وہ ہے جو جمہور کے خلاف ہو مشہور نحوی کے خلاف ہو اور غیر جمہور اس کو درست مانتے ہیں ضعف کا حکم یہ جائز ہے۔

(10) فاسد سے مراد جو جمہور کے اور غیر جمہور کے خلاف ہو اسکا حکم یہ ناجائز ہے

2

* ضعف تالیف کی تعریف بیان کریں؟

ضعف تالیف سے مراد کلام کے اجزاء کا اس طریقے سے مرکب ہونا کہ ایک مشہور نحوی قانون کے خلاف ہو اکثر نحویوں کے درمیان

(11)

3 ✗ ضرب غلامہٗ زیدًا میں جمہور اور غیر جمہور کا اختلاف مع دلائل بیان کریں۔

ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیْدًا

اس میں ہ ضمیر لفظاً اور معنیً مرجع (زیدًا) سے پہلے لائی۔ معنی اس طرح کہ کوئی قرینہ نہیں کہ ضمیر کا مرجع مقدم مانیں مفعول کا رتبہ بعد میں ہی ہوتا ہے یہاں پر مخالفت ہوتی ہے نحویوں کی یہ مثال غیر جمہور کے نزدیک (اضمار قبل الذکر) جائز ہے اور دلیل کے طور پر کہتے ہیں وہ صورت جو فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر ملی ہوئی ہو تو یہ انکے نزدیک جائز ہے۔

عقلی دلیل دیتے ہیں جائز اس لئے غیر جمہور نے کہا جس طرح فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے اسی طرح مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے لہذا اگر مفعول مؤخر کے ساتھ ضمیر ذکر کی جائے تو فاعل مؤخر کی طرف ضمیر لوٹ جاتی ہے جیسے (ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ) یہ جائز ہے کہ ہ ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جس طرح ضرب غلامہٗ زید مثال درست ہے اسی طرح ضرب غلامہٗ زیدًا بھی درست ہے عندنا یہ درست نہیں وہ اس لئے کہ فاعل کو مفعول پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے وہ اس لئے کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں جبکہ مفعول حذف ہو جاتا ہے۔

فعل فاعل کے بغیر نہیں آسکتا جبکہ فعل مفعول کے بغیر آسکتا ہے

نقلی دلیل یہ دیتے ہیں "جَزَى رَبُّہٗ عَنِّي عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِيَاتِ وَقَدْ فَعَلَ"

وقولہ لَمَّا عَصَى أَصْحَابُہٗ مُصْعَبًا أَدَّى إِلَيْہِ الْكَيْلَ صَاعًا بِصَاعٍ

ربہ میں ہ ضمیر عدی بن حاتم کی طرف لوٹ رہی ہے مرجع بعد میں ہے یہ کلام فصیح و بلیغ ہے

ترجمہ عدی بن حاتم کا رب اسے بدلہ دے میری طرف سے بھونکنے والے کتوں کے بدلہ جیسے کی طرح اور اس نے ایسا کر دیا۔

اصحابہ میں ہ ضمیر مصعبا کی طرف لوٹ رہی ہے۔

مصعب کے ساتھیوں نے مصعب کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے پورا بدلہ دیا برابر

علامہ تفتازانی نے فرمایا ان سے استدلال درست نہیں ان میں ربہ میں ہ ضمیر کا مرجع جزی فعل کا مصدر ہے اسی طرح اصحابہ میں ہ ضمیر کا مرجع عصی فعل کا مصدر عصیان ہے

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبر وحسن فعال کما یجزی سنمار

یہاں پر بھی تو ہ ضمیر ابا غیلان کی طرف لوٹ رہی ہے اگر مصدر کی طرف لوٹتا نہیں تو مقصود حاصل نہ ہوگا وہ بیٹوں کی مذمت کرنا تھا۔ اس کا جواب دیا کہ یہ دونوں مثالیں شاذ ہیں۔

Scanned with CamScanner

٤. تنافر کی تعریف اور اسکی دونوں قسموں کی وضاحت مع امثلہ بیان کریں

تنافر سے مراد وہ تنافر کلمات جس کا زبان پر ثقل اور بولنے میں دشواری ہو
اسکی دو قسمیں ہیں (1) وہ تنافر جس میں انتہا درجے کا ثقل ہو. جیسے لیس قرب قبر حرب
"حرب کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں" حرب کی قبر ویران جگہ میں ہے
(2) تنافر کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پہلی قسم سے کم تنافر ہے
کریم متی امدحہ امدحہ والوری معی واذا ما لمتہ لمتہ وحدی
میرا کریم ایسا کریم ہے کہ جب میں اسکی مدح کرتا ہوں تو ساری مخلوق میرے ساتھ اسکی مدح کرتی ہے اور
جب میں اسکی ملامت کرتا ہوں تو صرف میں ہی ملامت کرتا ہوں
کیونکہ وہ بادشاہ تعریف کا مستحق ہے نہ کہ مذمت کا (13)

٥. لمتہ وحدی سے تو ملامت ظاہر ہو رہی ہے جبکہ یہ مقام تو مدح کا ہے مقام مدح کیسے ظاہر ہو گا.

یہ مقام تو مقام مدح ہے جبکہ دوسرے شعر میں مذمت شروع ہو رہی ہے. لمتہ وحدی سے
تو اس کا جواب دیا کہ دوسرے شعر میں بھی مدح ہی ہے مذمت نہیں وہ اس طرح کہ جب
میں مدح کرتا ہوں تو ساری مخلوق مدح کرتی ہے جب میں ملامت کرتا ہوں تب بھی کوئی
اسکی ملامت کرنے میں میرا شریک نہیں ہوتا کہ وہ اتنا اچھا بادشاہ ہے کہ میرے ساتھ
اسکی ملامت کوئی نہیں کرتا کیونکہ وہ بادشاہ تعریف کا مستحق ہے نہ کہ مذمت کا (14)

٦. شاعر نے اذا استعمال کیا تو اس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ بادشاہ کی ملامت یقینی ہے اذا کی جگہ
ان استعمال کرنا چاہئے تھا جو شک پر دلالت کرے اس کا جواب کیا ہے؟

٦. شاعر نے شعر میں اذا استعمال کیا جبکہ اذا وہاں آتا ہے جہاں کسی بات کا یقین
ہو اور ان وہاں آتا ہے جہاں شک ہو شعر میں اذا کہا کہ اسکی ملامت میں یقین ہوا
ہے نہ کہ شک اور اذا کو ماضی کے ساتھ استعمال کرنا میں لطیف اشارہ ہے کہ ملامت
میری طرف سے ہو چکی ہے کہ حقیقت میں جب میں نے ملامت کی تو کوئی بھی ملامت
کرنے میں شریک میرے ساتھ نہ ہوا جب مدح کو ظاہر کیا تو سب ظاہر شریک ہو گئے.

Scanned with CamScanner

؟ مصنف صاحب الایضاح نے یہ بتایا کہ امدحہ میں ح اور ہ کا جمع ہونا ثقل کا سبب ہے لہذا امدحہ امدحہ یہ کلام بھی غیر فصیح ہے اگر مصنف کی اس بات کو مان لیا جائے تو قرآن کا بھی غیر فصیح ہونا لازم آئے گا اس کا کیا جواب دیں گے ۔

(۲) جب اسماعیل نے اپنے استاد کے سامنے یہ شعر پڑھا اور عرض کیا کہ کیا آپ اس میں کوئی عیب یا نقص پاتے ہیں تو اسماعیل نے عرض کیا کہ اس میں نقص یہ ہے کہ مدح کے مقابلے میں لوم استعمال کیا ہے لوم (ملامت) جبکہ مدح کے مقابلے میں ذم یا ہجاء استعمال ہوتا ہے ابن عمید نے فرمایا کوئی اور بھی عیب یا نقص ہے تو عرض کیا جی نہیں ہے آپ جو سمجھ رہے ہیں تو آپ بتا دیجئے فرمایا امدحہ کی تکرار کی وجہ سے ثقل پیدا ہوا ہے جس کی وجہ سے کلام غیر فصیح ہے ح اور ہ کے اکٹھے استعمال کی وجہ سے ثقل اور تنافر پیدا ہوا ہے ۔

شارح نے فرمایا یہ بات ہمیں مسلم ہے کہ غیر فصیح ہے لیکن ح اور ہ کی جمع ہونے کی وجہ سے ثقل پیدا نہیں ہوا اگر یہ بات مانیں تو قرآن میں اس طرح کے الفاظ ہیں "فَسَبِّحْهُ" بھی تو آتے ہیں تو قرآن بھی غیر فصیح ہونا لازم آئے گا اور یہ کہنا کوئی بھی مومن جرأت نہیں کر سکتا لہذا ہم مصنف کے کلام میں تاویل کریں گے مصنف کے قول کا شاید مطلب یہ ہو کہ امدحہ میں ح اور ہ کا جمع ہونے کی وجہ سے کچھ ثقل پیدا ہوا تھا جو تھوڑی مقدار میں تھا یہ مخل بالفصاحت نہیں تھی لیکن جب امدحہ کے بعد دوسرا امدحہ آیا اس کی تکرار کی وجہ سے ثقل پیدا ہوا اور مخل بالفصاحت بن گیا جبکہ امدحہ غیر فصیح نہیں ہے تکرار کی وجہ سے مخل بالفصاحت بنا ہے اور اس بات کی صراحت ابن عمید نے بھی کی ہے اور ابن عمید امام الفن ہے اور مصنف کا کلام امام الفن کے خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ ح اور ہ حروف حلقی ہیں ۔ یہاں پر مصنف کو چاہیے تھا کہ امدحہ کی تکرار کی وجہ سے ثقل نہیں بلکہ امدحہ کی تکرار میں ثقل ہے اگر یہ کہتا تو تاویل کی بھی ضرورت نہ پڑتی بات واضح ہو جاتی ۔

16 تنافر کی ماتن نے 2 مثالیں پیش کی ہیں ان کے درمیان دونوں اشعارات سے فرق لکھیں ؟

ان دونوں مثالوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی مثال جو کہ قدوالی ہیں تنافر ثقل انتہائی درجے کا ہے نفس کلمات کے جمع ہونے کے سبب جبکہ دوسری مثال امدحہ میں حروف کے جمع ہونے کے سبب ثقل کم ہے ۔ امام خلخالی بولے یہ سبب نہیں ثقل کا بلکہ ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کے ساتھ بغیر مناسبت کے جمع ہونا ہے جیسے سطل قندیل کا ساتھ لفظ مسجد حمامی کے ساتھ جمع ہے تو شارح نے جواب دیا یہ ان کا وہم ہے یہ زبان پر ثقل کو ثابت نہیں کرتا بلکہ یہ تو غرابت ~~ہوتی~~ میں مخل ہیں نہ کہ فصاحت میں

Scanned with CamScanner

(17) تعقید

تعقید کی تعریف مع اقسام قلمبند کریں۔

کلام کا معنی مرادی پر دلالت ظاہر نہ کرنا ہے یا تو خلل نظم کی وجہ سے ہے کہ الفاظ کی ترتیب کے موافق نہ ہو گا تقدیم و تاخیر حذف اضمار کے سبب معنی کو سمجھنا دشوار ہو گا اگرچہ وہ قوانین سے کلام ثابت ہو

اعتراض: غرابت کے بعد تعقید کو ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ غرابت بھی معنی مرادی پر دلالت نہیں کرتی ظاہر نہیں ہوتی اسی طرح تعقید میں بھی

جواب: تعقید کا ذکر لغو نہیں کیونکہ غرابت میں معنی سے مراد لغوی ہے جبکہ تعقید میں معنی سے مراد مرادی ہے ۔ اس کی دو قسمیں تعقید لفظی و معنوی

(18)

مثال تعقید لفظی کی

ما مثله فی الناس حی یقاربه الا مملکا ابو امه ابوه

لوگوں میں اس کی مثل کوئی بھی زندہ شخص نہیں ہے جو اس کی مثل ہو مگر کہ بادشاہ جس کو ملک اور مال دیا گیا ہو کہ اس کی ماں کا باپ اس کا باپ ہے۔

اس شعر میں 3 طرح کی تعقید ہے جس کی وجہ سے معنی مرادی سمجھنے میں دشواری ہو رہی ہے ① ابو امه یہ مبتدا ہے ابوه خبر ہے ان کے درمیان حی آ گیا فاصلہ کے لیے

② حی موصوف یقاربه صفت ہے ان کے درمیان ابوه اجنبی فاصلہ آ گیا۔

③ حی مستثنیٰ منہ ہے مملکا مستثنیٰ ہے یہاں پر مستثنیٰ منہ پر مستثنیٰ کو مقدم کر دیا گیا ہے اگرچہ مقدم کرنا جائز ہے لیکن مقدم کرنے میں تعقید پیدا ہو رہی ہے۔

یہ یوں تھا شعر

وما مثله فی الناس الا مملکا ابو امه حی ابوه یقاربه

(19)

فنون ثلاثہ کو معرفہ اور مقدمہ کو نکرہ کیوں لائے

فنون ثلاثہ کا ماقبل ذکر ہوا ہے جبکہ مقدمہ کا ذکر ماقبل مذکور نہیں۔ نہ لفظوں میں نہ اشارہ میں اس لئے فنون ثلاثہ کو معرفہ لائے مقدمہ کو نکرہ لائے

(20)

مقدمہ کی اقسام کی وضاحت

مقدمہ مقدمۃ الجیش سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں

① مقدمۃ العلم: جس پر شروع فی المسائل موقوف ہوں جیسے تعریف غرض و غایت موضوع وغیرہ ہے۔

Scanned with CamScanner

(2) مقدمۃ الکتاب: کلام کا وہ ٹکڑا جس کو مقصود سے پہلے لایا جاتا ہے مقصود کو اس کے ساتھ ملانے کے لئے اور اس ٹکڑے سے نفع حاصل کرنے کے لئے برابر ہے کہ مقصود اس ٹکڑے پر موقوف ہو یا نہ ہو۔

(21) ج: قسم ثالث 3 خوبیوں پر مشتمل ہے اسکی وضاحت کریں اور یہ بتائیں کہ مختصر تلخیص المفتاح تالیف کرنے کی وجہ خوبیاں کس اعتبار سے ہیں اور نقائص کس اعتبار سے ہیں۔

قسم ثالث 3 خوبیوں پر مشتمل ہے (1) زیادہ نفع والی ہے اس لئے کہ ان سب مشہور کتابوں کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہے ترتیب کے اعتبار سے (ہر چیز کو اسکی ترتیب میں رکھنا)

(2) زیادہ نفع والی ہے اس لئے کہ مشہور کتابوں کے اعتبار سے زیادہ اتم ہے۔

(3) زیادہ نفع والی ہے اس لئے کہ اصول و قواعد کو زیادہ جامع ہے

ان تین خوبیوں کے ساتھ ساتھ اسمیں 3 عیب بھی پائے جاتے تھے اس وجہ سے ہم نے اس کتاب کو مختصر تالیف کیا ہے یہ حشو، تطویل اور تاکید سے خالی نہ تھی۔ یہ اختصار کے لائق تھی اور محتاج تھی کہ اسکی وضاحت کی جائے جو اس لئے مجھ سے تالیف کی

(22) و لم ابالغ فی اختصار لفظہ تقریبا۔ تقریبا کو فعل منفی کا مفعول لہ بنانا کیوں درست نہیں ہے اور کس فعل کا یہ مفعول لہ بنے گا مع دلائل

تقریبا اور طالبا کو لم ابالغ کا مفعول لہ بنانا درست نہیں ہے اس لئے کہ فعل منفی کا مفعول لہ نہیں آتا بلکہ فعل مثبت کا مفعول لہ آتا ہے کیونکہ مفعول لہ اپنے فعل مذکور کی علت بنتا ہے فعل منفی عدم ہوتا ہے اب اگر فعل منفی کا مفعول لہ بنائیں تو مقصود حاصل نہ ہوگا۔ قاعدہ جب نفی فعل منفی پر داخل ہو تو کسی قید کے ساتھ مقید ہو تو نفی قید کی ہوتی ہے نہ کہ مقید کی {کم تانک القوم اجمعون کم}. یہاں پر اتیان فعل کی نفی ہے اجمعون قید کے ساتھ مقید ہے قید اجمعون کی نفی ہوگی نہ کہ اتیان کی نفی ہوگی

لم ابالغ فعل منفی ہے تقریبا طالبا کے ساتھ مقید ہے تو نفی طالبا اور تقریبا کی ہوگی۔

یہ مفعول لہ لم ابالغ کا نہیں بلکہ ترکت فعل کا مفعول لہ بنے گا۔

(23)

* کیا اگانی مستثنیٰ ہونے پر دلیل نیز مستثنیٰ کے علاوہ اور کیا ترکیب بن سکتی ہے؟

ملکا کو نصب دینا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ مستثنیٰ ہے اگر مستثنیٰ نہ مانیں تو پھر اس کے علاوہ جو بھی ترکیب کریں گے تب ملکا بدل بنے گا۔ اور مثلہ مبدل منہ اور مبدل تب یہ مرفوع ہو جائے گا

(24)

* مستثنیٰ کو مقدم کرنا تعقید کا سبب ہے یا نہیں

ج۔ مستثنیٰ کو مقدم کرنا جائز ہے کلام عرب میں بہت زیادہ عام ہے لہذا یہ تعقید کا سبب نہیں بن سکتا۔ اگرچہ یہ جائز ہے لیکن یہ تعقید پیدا کر رہا ہے۔

(25)

مثلہ، ہر، وقبل، بالعکس عبارت کی وضاحت دو ترکیبیں بھی واضح کریں اعتراض و جواب کی صورت میں اور شارح کا موقف بیان کریں۔

ج: تعقید اس طرح کہ مثلہ کو آپ مبتدا اور حی کو خبر بنا پائیں گے کی صورت میں ان پہ اعتراض ہے کہ ما مشابہ بلیس کی خبر مرفوع آ رہی ہے حالانکہ اس کو منصوب آنا چاہیے لہذا ما یہاں پہ عمل کیوں نہیں کر رہا۔ تو جنہوں نے یہ ترکیب کی ان کو انہوں نے جواب دیا ما دو طرح کا ہوتا ہے ما حجازیہ اور ما تمیمیہ جو تمیمیہ ہوتا ہے وہ معنوی عمل کرتا ہے لفظی نہیں تمیمیہ غیر عاملہ ہوتا ہے اور شاعر بھی تمیمیہ تھا اس لیے ما تمیمیہ اس نے لیا ہے۔ اس کے برعکس اگر مثلہ کو خبر مقدم اور حی کو مبتدا مؤخر لیں تب بھی اعتراض ہے یہ اعتراض ہے ما عمل کیوں نہیں کر رہا مثلہ خبر کو نصب کیوں نہ دیا جواب دیا یہاں پہ ما حجازیہ ہے اور حجازیہ لفظی و معنوی عمل کرتا ہے لیکن یہاں پہ عمل باطل اس لئے ہے جب ما کا اسم ما کے ساتھ متصل ہو تو عمل کرتا ہے اگر مؤخر ہو جائے تو عمل نہیں کرتا یہاں پہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے خبر مقدم اور اسم مؤخر ہے۔

شارح کا موقف: یہ دونوں ترکیبیں معنی سمجھنے میں دشواری پیدا کر رہی ہیں وہ اس طرح کہ آپ اس وما مثلہ پہ مبدل منہ ہے اور حی لگا رہے اس کا بدل ہے اب مبدل منہ اور بدل میں فاصلہ آنے کی وجہ سے دشواری پیدا ہوئی ہے

Scanned with CamScanner

سوال نمبر (26) تعقید معنوی کی تعریف اور اسکے پیدا ہونے کا سبب کیا ہے؟

کلام کی دلالت ظاہر پر ہو معنی مرادی پر کسی خلل کی وجہ سے وہ خلل یا تو معنی
لغوی سے معنی مجازی کی طرف ہو اور اسکے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ
ایسے لوازمات بعیدہ کو لانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو کثیر واسطوں کے محتاج
ہوتے ہیں اور کثیر واسطے ہونے کے باوجود مقصود پر دلالت کرنے والے قرائن جو واسطے
ہوتے ہیں وہ بھی مخفی ہوتے ہیں۔

سوال نمبر (27)

اکثرھا للاصول جمعا للاصول کس کے متعلق ہے اختلاف مع دلائل بیان کریں

للاصول یہ جار مجرور مل کر یہ محذوف جمعا کے متعلق ہیں جو
اکثرھا کے بعد محذوف ہے اس جمعا محذوف کی تفسیر مابعد جمعا کر رہا ہے
مذکور جمعا کے متعلق نہ کیا بلکہ محذوف جمعا کے متعلق کیا اس لئے کہ (1) جب مصدر عامل
بن رہا ہو تو اس وقت مصدر کا معمول مصدر سے مقدم نہیں ہو سکتا جب مصدر عامل بنے تو
یہ آن اور فعل کی تاویل میں ہوتا ہے (2) آن موصولہ ہوتا ہے اور فعل صلہ ہوتا ہے
(3) صلہ موصول سے مقدم نہیں ہو سکتا تو صلہ کا معمول موصول سے بدرجہ اولی مقدم
نہیں ہو سکتا کیونکہ تقدم ایسے ہے جیسا کہ کسی چیز کا مرتب ہو جانا اسکے جز کو مقدم
کر دیتا ہے جیسے خاندان دادا باپ بیٹا۔ بیٹا باپ سے مقدم نہیں ہو سکتا یا باپ ہوگا تو بیٹا ہوگا
ظاہر یہی ہے کہ مصدر کے معمول کو مصدر سے مقدم کرنا جائز ہے اس وقت
جب معمول ظرف مکان شبہ ظرف ~~[illegible]~~

(28)

انا اسئل اللہ میں لا یعرف لتقدیم المسند الیہ اس عبارت کی مکمل وضاحت
کریں اور اختلاف بھی بیان کریں؟

(جواب)

انا اسئل اللہ کو جملہ اسمیہ تب لایا جاتا ہے جب حکم پختہ کرنا ہو یا حصر کرنا
ہو اور یہاں پر حصر والا معنی لینا درست نہیں کیونکہ اگر حصر والا معنی لیں تو معنی ہوگا
"میں ہی اللہ تعالی سے سوال کرتا ہوں اور کوئی بھی نہیں کرتا یہ معنی درست نہیں اور
تاکید والا معنی لینا بھی درست نہیں کیونکہ تقوی حکم وہاں ہے جہاں متکلم شک وانکار
کرے اور تخصیص اس لئے نہیں لے سکتے کہ جتنے زیادہ ہوں گے لوگ اتنا ہی دعا

Scanned with CamScanner

مقبولیت کا سبب بنے گی اور مسند الیہ انا کو مقدم کرنا استمرار والے معنی حاصل کرنے کے لئے تھا تو کسی نے بولا یہ استمرار اگر مقصود تھا تو یہ مضارع سے بھی تو حاصل ہو رہا تھا اس کا جواب آگے آئے گا ان شاء اللہ (ربا سوال اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہی نفع بخش ہے جب اس سے سوال کر دیا تو پھر کسی اور سے سوال کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے وہی حسبی کافی ہے.

(29)

ونعم الوکیل اس کی ترکیب میں تمام احتمالات مع اختلاف دلائل بیان کریں؟

(جواب) نعم الوکیل کا عطف یا تو "ھو حسبی" پر ہوگا یا صرف حسبی پر ہوگا. اگر "ھو حسبی" پر عطف کرنا درست نہیں کیونکہ "ھو حسبی" جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور "نعم الوکیل" جملہ انشائیہ ہے تو جملہ خبریہ پر جملہ انشائیہ کا عطف کرنا درست نہیں ہے تو اسکا جواب دیا نعم الوکیل جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی تاویل میں کر دیں گے تو اس وقت یہ جملہ خبریہ بن جائے گا اور جملہ خبریہ کا عطف جملہ خبریہ پر کرنا درست ہے لہذا یہاں پر اسم والا مخصوص بالمدح وہ محذوف ہے

اگر نعم الوکیل کا عطف حسبی پر کریں تو مخصوص بالمدح ھو ضمیر مقدم ہوگی ھو نعم الوکیل. اس صورت میں مفرد کا عطف جملے پر ہوگا تو اس کا جواب دیا مفرد کا عطف جملے پر کرنا درست تب ہوتا ہے جب وہ فعل کو متضمن ہو جیسے فالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا

(30)

علامہ خلخالی کے نزدیک مستشزرات میں ثقل کا سبب کیا ہے اور اس بارے شارح اور ابن اثیر کا مذہب بیان کریں؟

(جواب)

علامہ خلخالی نے گمان کیا ہے کہ مستشزرات میں ثقل کا سبب شین کا بیچ میں آنا ہے شین جو کہ مہموسہ ہے اس تا کے درمیان آ جانے سے جو مہموسہ رخوہ ہے اور مجہورہ سے ہے. یہاں پر متضاد صفات جمع ہو گئی وہی ثقل کا سبب ہے. یعنی شین تا اور زا کے درمیان آ گیا ہے اگر شاعر مستشرف بولتا تو ثقل ختم ہو جاتا

علامہ تفتازانی نے فرمایا ذکر ہذا کر کے مستشرفا بولنے سے بھی ثقل در پیش ہوگا کیونکہ یہ بھی زا کے قبیل سے ہے لہذا اب بھی متضاد صفات کے

Scanned with CamScanner

جمع ہونے کے سبب ثقل پیدا ہو رہا ہے کلمہ غیر فصیح ہے

ابن اثیر نے فرمایا بُعد المخارج کی وجہ سے ثقل (تنافر) پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ بُعد المخارج کی وجہ سے ثقل پیدا ہوتا ہے دلیل: ایک حرف سے دوسرے حرف کی طرف منتقل ہونا ایسے ہے جیسے چھلانگیں لگانا ہے علامہ تفتازانی نے رد کرتے ہوئے جواب دیا ہے کہ بُعد المخارج حروف سے مرکب ہیں لیکن پھر بھی فصیح ہیں جیسے علم ع حلقی اور م ہونٹ سے ادا ہوتا ہے پھر بھی فصیح ہے ابن اثیر بولے کہ قرب المخارج کی وجہ سے بھی ثقل پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا نظریہ ہے ثقل پیدا ہوتا ہے ایک حرف دوسرے حرف میں منتقل ہونا گویا چھوٹے انسان کا بڑے جوتوں میں چلنا ہے

(31) فصاحت کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں بلاغت کے لغوی و اصطلاحی معنی اور فقط کی تحقیق بیان کریں۔

فصاحت کے لغوی معنی ظہور اور بیان ہے۔

فصاحت سے مراد وہ ہے جس کو مفرد کلام اور متکلم کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے۔

بلاغت کے لغوی معنی وصول اور انتہاء کے ہے

اصطلاح میں مراد کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا ہے۔

فقط میں ف جو فقط پر آیا ہے یہ اسم فعل بمعنی

ف 3 طرح کا ہوتا ہے (1) ف جزائیہ اس کے لیے فعل شرط کا ہونا ضروری ہے لہٰذا یہاں پر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ (2) ف عاطفہ کا بھی نہیں اس لیے کہ اس کے لیے معطوف علیہ اور معطوف کا ہونا ضروری ہے۔ (3)

یہاں پر ف تزیینیہ ہے زینت کے لیے فقط۔

Scanned with CamScanner

(32) فصاحت کو مقدم کیوں کیا اور فصاحت فی المفرد کی تعریف کریں

فصاحت فی المفرد وہ ہے جس کا تنافر حروف، غرابت اور مخالفت قیاس لغوی سے خالی ہو۔ بلاغت کا سمجھنا فصاحت پر موقوف ہے اس لیے کہ فصاحت بلاغت کی تعریف میں ہے لہذا فصاحت جزو اور بلاغت کل ہے۔

(33) مصنف نے فصاحت و بلاغت کی پہلے تقسیم کی پھر ان کی تعریف کی کیوں؟

بعض دفعہ جامع مانع تعریف کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ اقسام کی مختلف حقیقتیں ہوتی ہیں تمام کو ایک ہی تعریف میں جمع کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ یہاں پر فصاحت کی 3 اور بلاغت کی دو قسمیں اور انکی مختلف حقیقتیں تھی ان سب کو ایک تعریف میں جمع کرنا ناممکن تھا اس لیے فصاحت و بلاغت کی تعریف بیان کیے بغیر اقسام شروع کردی اور دوسری بات یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت اور انکی اقسام میں قدر مشترک نہیں پایا جاتا جو تمام اقسام کو جامع ہو اس لیے پہلے تقسیم شروع کردی۔

(34) ماتن کا لما لم اجد فی الناس پر اعتراض کا جواب بیان کریں؟

اعتراض یہ ہوا کہ فصاحت و بلاغت کی تعریف لوگوں کے کلام میں نہیں پائی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ تعریف اپنی رائے سے بیان کی ہے یہ جائز نہیں کیونکہ الفاظ کی تعریف کے اندر رائے کا دخل نہیں۔ تو مصنف کے اس جملے پر شارح نے مصنف کی جانب سے جواب دیا اگرچہ صراحتاً تو لوگوں کے کلام میں تعریف نہیں پائی جاتی لیکن انہوں نے تعریف کو اخذ کیا ہے لوگوں کے اشارات و اطلاقات سے اور لوگوں سے مراد خاص لوگ ہیں یہ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

(35) علماء کے نزدیک فصاحت کا معنی اور لازم معنی سے فصاحت کی تعریف کیوں کی گئی؟

فصاحت علماء بلاغت کے نزدیک اس لفظ کو کہتے ہیں جو ان کے قوانین پر جاری ہو ان کے کلام میں غور و فکر کرنے سے حاصل ہو لغت عرب کی زبان پر کثیر الاستعمال ہو اور اکثر عربی پر اعتماد کیا گیا ہو۔

مصنف نے لازم معنی سے فصاحت کی تعریف کی اس لیے کہ کسی مقصد کے تحت حقیقی تعریف کو چھوڑا ہے بعض دفعہ کسی شے کی حقیقی تعریف کرنا ممکن نہیں ہوتا اس میں مشکلات ہوتی ہیں اس کی تعریف کو آسان کرنے کے لیے مجازی تعریف کی جاتی ہے تاکہ آسانی سے سمجھ آسکے۔

Scanned with CamScanner

(36) سأطلب بعد الدار عنکم لتقربوا وتسکب عیناي الدموع لتجمدا

عنقریب میں تم سے دوری طلب کروں گا تاکہ تم قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی۔

اس شعر میں شاعر نے کتنے کنایہ استعمال کئے ہیں اور ان میں سے کونسا غلط اور کونسا درست ہے۔

اس شعر میں دو کنایہ استعمال کئے ہیں ایک کنایہ درست ہے اور دوسرا کنایہ غلط ہے۔ درست کنایہ یہ ہے کہ آنسو بہانا رونے کو کنایہ بنایا ہے حزن و غم سے کیونکہ آنسو بہانا ملزوم ہے غم و حزن کو۔ کہ اتنا رونا کہ آنسو خشک ہونے کیلئے حزن و غم کی وجہ سے یہ کنایہ درست ہے۔ (2) دوسرا کنایہ جس میں غلطی ہے وہ یہ ہے کہ جمود بول کر خوشی و سرور مراد لیا ہے یہ لینا درست نہیں۔ جمود بول کر ذہن اس کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ آنکھیں آنسو بہانے میں بخیل ہیں۔ اب جمود میں مراد لیکر خوشی مراد لینا وہ اس طرح ہے جب وہ غم کی وجہ سے روئے گا آنکھیں آنسو بہا چکی ہیں اس پہ اسکو یار کی ملاقات نصیب ہوگی جدائی ختم ہوگی تب آنکھیں خشک ہو جائیں گی اور آنسو نہیں بہائیں گی یہ خوشی کا موقع ہوگا اس لئے جبکہ اگر دوستوں کی جدائی پر رونے کا ارادہ کرے تو ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ وہ رونے میں بخل کر رہا ہے جب معنی آسانی سے منتقل نہیں ہو رہا۔ تب یہ کنایہ لینا بھی درست نہیں ہے تو تعقید معنوی ہے۔

(37) قریب المخارج حروف کا جمع ہونا یہ ثقل کا سبب ہے تو ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ قریب المخارج حروف پر تو قرآن بھی مشتمل ہے تو اس طرح قرآن کا کلام غیر فصیح پر مشتمل ہونا لازم آئے گا اس اعتراض کا جواب بیان کریں اور اس مذہب کا شارح نے جو رد کیا ہے وہ بھی بیان کریں؟

(جواب)

اگر یہ مانا جائے کہ قریب المخارج حروف کا جمع ہونا ثقل کا سبب ہے تو قرآن میں "أَلَمْ أَعْهَدْ" یہ قریب المخارج حروف پر مشتمل ہے اس کے باوجود فصیح ہے اگر اس کو غیر فصیح مانیں تو سورۃ جو قرآن میں

Scanned with CamScanner

ہے وہ صورت اسی طرح قرآن کا بھی غیر فصیح ہونا لازم آئے گا تو اس پر علامہ
زوزنی نے فائدہ بیان کیا اگر کلام طویل میں سے کوئی ایک کلمہ غیر فصیح آجائے
تو اس ایک کی وجہ سے فصیح سارا کا سارا غیر فصیح نہ ہوگا یہ ایسے ہی ہے جیسے
اگر کلام طویل عربی میں غیر عربی آجائے تو یہ عربی کلام غیر عربی نہیں ہوتا اسی
طرح غیر فصیح ہونے کی وجہ سے فصیح کلام بھی غیر فصیح نہ ہوگا لہذا یہ فصاحت
سے خارج نہ ہوگا بعض لوگوں نے باطل گمان کیا ہے علامہ زوزنی کے
مذہب کی تائید کرتے ہوئے کہ جز کا وصف منتفی ہوجائے تو کل وصف منتفی نہیں ہوتا
تو شارح نے اس کا جواب دیا۔ کلام فصیح میں ایک کلمہ غیر فصیح آجائے
تو کلام فصیح ہی رہے گا یہ دعوی باطل ہے کیونکہ کلام کی فصاحت کے اندر کلمات
کا فصیح ہونے کا اعتبار ہے۔ فصاحت کلمہ یہ عین جز ہے کلام فصیح کا جب عین
جز منتفی ہوجائے تو کل وصف منتفی ہوجاتا ہے۔ اب رہا سوال کلام فصیح
کو کلام عربی پر قیاس کرنا فاسد ہے وہ اس طرح کلام فصیح میں تمام کلمات
کا فصیح ہونا شرط ہے اور کلام عربی میں تمام کلمات کا عربی ہونا شرط نہیں ہے۔
اس لئے ان دونوں میں فرق ہے بالفرض مان بھی لیں کہ قرآن کے عربی
ہونے پر قیاس کرنا تو اس وقت عربی سے مراد عربی نظم و اسلوب مراد ہے نہ
کہ عربی قرآن پر کلام مشتمل ہو۔

بہرحال قرآن کا غیر عربی ماننے تو اللہ تعالی کی طرف عاجز ہونا یا جاہل ہونے
کی نسبت لازم آئے گی کہ اللہ پاک قرآن میں فصیح یا غیر فصیح میں فرق نہیں
جانتا ہو یا اللہ پاک فصیح کلام لانے سے عاجز ہو حالانکہ اللہ پاک ان سب سے
پاک ہے۔

(38) غرابت کی تعریف بیان کریں اور اسکی دو قسمیں مع امثلہ بیان کریں؟

(ج) کلمہ کا وحشی ہونا وحشی (یعنی ہر کلمہ کی دلالت واضح نہ ہونا)
اور مانوس الاستعمال نہ ہو) یعنی عرب کے ہاں معروف نہ ہو بہت کم استعمال ہو
اسکی دو قسمیں ① ایسا کلمہ جس کا معنی واضح نہ ہو اسکی
معرفت کی ضرورت پڑے جو یہاں نہیں کہ اسکا معنی تلاش کیا جائے
لغت کی بڑی بڑی کتابوں میں آسانی سے ذہن اسکی طرف منتقل نہ ہو

Scanned with CamScanner

مثال جاحظ ایک دن بصرہ کے رستہ سے گزرا اس پر غلبہ ہوا رحمن سفرہ کا جسکی وجہ سے وہ بیہوش ہو گیا تو لوگوں نے اس پر چھلانگ لگائی انگوٹھے نچوڑنے لگے اور کان میں اذان دینے لگے پھر ان کے درمیان سے کو دکر اچانک نکل پڑا اور بولا تمہیں کیا ہوا کہ تم مجھ پر جمع ہو گئے ہو جیسے جمع ہونے کی طرح اس نے تکأکأ اور افرنقعوا کے لفظ بولے یہ کبھی پہلے نہ سنا تھا تو غیر عربی شمار زبان الفاظ کو وہ بولے اس کو چھوڑدو اسکا شیطان ہندی زبان میں بول رہا ہے پیش چلا یہ الفاظ غیر معروف تھے اسمیں غرابت ہے ② وہ غرابت جس کے معنی کو جاننے کے لئے سبب بعید نکالنے کی ضرورت پڑے وفاحما مرسنا مسرجا

(39)

لفظ مُسَرَّجًا میں غرابت کس طرح پائی جاتی ہے کونسے دو معنی بعید ہیں

(ج) مسرجا یا تو سریج سے مشتق ہے سریج ایک لوہار کا نام تھی جس کی طرف تلواریں منسوب ہیں کہ اسکی ناک سریجی تلوار کی طرح باریک اور برابر ہے. یہاں پر ناک کو تلوار سے تشبیہ دی یا یہ سراج چراغ سے مشتق ہے جو کہ چمک اور دمک میں چراغ کی طرح ہے اسکی ناک. اس میں غرابت اس طرح ہے کہ یہ مسرج غیر مانوس الاستعمال ہے۔

(40)

دوسری ششماہی

* علم معانی کو علم بیان پر مقدم کیوں کیا مع دلائل جواب دیں۔

علم معانی کو علم بیان پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ علم معانی علم بیان کے لئے اسی طرح ہے جس طرح مفرد مرکب کے لئے ہے مطلب علم معانی مفرد اور علم بیان مرکب کی طرح ہے اور مفرد مرکب پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو مفرد کو ذکر میں بھی مقدم کر دیا۔ علم بیان مرکب کی طرح ہے وہ اس طرح کہ اس میں (1) ایک تو مقتضی الحال کے مطابقت کی رعایت کی جاتی ہے (2) کلام کو مختلف طریقوں سے لانا کی رعایت کی جاتی ہے لہذا علم بیان مرکب کی طرح ہے جبکہ علم معانی میں فقط ایک چیز کی رعایت ہوتی ہے کہ کلام کا مقتضی الحال کے مطابق ہونا نہ ایک کلمہ کو مختلف طریقوں سے پہنچانا جاتا ہے۔

* (2) ماتن نے علم معانی کی تعریف کیوں شروع کر دی ماتن کو چاہیے تھا کہ علم معانی کے مسائل کو شروع کرتے جو کہ مقصود بھی یہی تھا اس کی کیا وجہ ہے

مقصود کو شروع کرنے سے پہلے ماتن نے تعریف ذکر کی اور اجمالی طور پر اسکے ابواب کو ذکر کیا اس کی دو وجوہات ہیں۔

(1) اس علم کے حاصل کرنے والے کو زیادہ بصیرت حاصل ہو جاتی اور وہ صحیح طریقے سے اس علم کو حاصل کر سکے زیادہ بصیرت کو حاصل کرنے کے لئے اسکے ابواب کو ذکر کر دیا جاتا ہے (2) ہر علم کثیر مسائل پر مشتمل ہوتا ہے جن کو ایک ہی جہت جمع کر رہی ہوتی ہے اور اس ایک جہت (تعریف) کے اعتبار سے ایک ہی علم شمار ہوتے ہیں لہذا ان کثیر مسائل کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ کثیر مسائل کو پہچانے ایک جہت سے تاکہ اس کا مقصد فوت نہ ہو۔

(3) علم سے کیا مراد ہے اور اس دعوی پر کیا دلائل لکھیں؟

علم سے مراد ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے انسان جزئی معلومات کے جاننے پر قادر ہو جاتا ہے۔ اس ملکہ کو صناعۃ بھی کہتے ہیں۔ دلیل درج ذیل ہیں۔

(1) اس فن بلاغت کو وضع کرنے والے نے وضع کئے چند ایسے اصول جو اخذ کئے گئے ہیں بلغاء کی تراکیب سے غور و فکر کر کے حاصل کئے جاتے ہیں ان اصول و قواعد کو جاننے سے ان کا خوب استعمال کرنے سے ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے بندہ قادر ہو جاتا ہے ان مسائل کو ذہن میں حاضر کرنے پر اور فوراً انکی طرف توجہ

Scanned with CamScanner

اور فوراً وضاحت کرنے پر جب بھی ان کا ارادہ کیا جائے ایسی قوت و ملکہ ہوتے ہیں۔

(۲) بالقوہ کہتے ہیں علم اور حیوۃ دونوں ایک ہی جیسے ہیں اور ان کے درمیان وجہ مشابہت یہ ہے کہ یہ دونوں ہی ادراک کا سبب بنتے ہیں اگر علم کا معنی ادراک کریں ملکہ نہ لیں اب معنی بنے گا ادراک ادراک کا سبب ہے یہ درست نہیں کہ ایک چیز اپنی ہی ذات کے لیے سبب ہے تبھی علم کا ملکہ معنی مراد لیں گے۔

(3) کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے جب تو یہ ہے کہ فلاں شخص نحو کو جانتا ہے تو آپ اس سے مراد نہیں ہوتی کہ نحو کے تمام مسائل اس کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذہن میں اجمالی حالت موجود ہے جس کے ذریعے وہ ان تمام مسائل کو ذہن میں حاضر کر سکتا ہے جب وہ چاہے ایسی اجمالی حالت کو ملکہ کہتے ہیں۔ یہاں پر مسائل کثیرہ مراد نہیں ہے کیونکہ اگر مسائل کثیرہ مراد لیں تب بھی یہی اعتراض ہوگا کہ ہر وقت ذہن میں موجود ہوں جبکہ یہ موجود نہیں ہوتے کثیرہ نہ علم کا اطلاق مسائل پر بھی کیا جاتا ہے یعنی علم بول کر قواعد و اصول اکثر علم بول کر ملکہ مراد لیتے ہیں ماتن نے اکثر والا مذہب مراد لیا ہے۔ ملکہ ادراک کے لئے سبب قریب ہے اور مسائل سبب بعید ہیں

(4) علم اور معرفت کے درمیان فرق 3 اعتبار سے فرق کریں۔ ([illegible])

(1) جب جزئیات کا ادراک (علم) حاصل ہو تو لفظ معرفت اس لئے استعمال کرتے ہیں قاعدہ کلیہ کلیات کا علم حاصل ہو تو اس کے لئے علم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔
جیسے عرفت اللہ علمت نہیں بولتے کیونکہ اللہ کی ذات مفرد ہے مرکب نہیں اس لئے عرفت بولا

(2) معرفت اس چیز کے ادراک کو کہتے ہیں جو پہلے حاصل نہ ہو بعد میں حاصل ہو جیسے اللہ کی ذات کا علم پہلے نہ تھا بعد میں ہوا جبکہ علم کا معاملہ ایسا نہیں ہے جس کا علم پہلے ہی حاصل ہو تو اس کے لئے لفظ علم بولا جاتا ہے جیسے اللہ عالم ہے عارف نہیں بول سکتے

(3) ایک چیز کا علم ہمیں حاصل ہوا پھر ہم بھول گئے پھر دوبارہ علم حاصل ہوا پہلے ادراک پھر بھولے پھر ادراک اس کے لئے لفظ معرفت آتا ہے جبکہ علم کا معاملہ ایسا نہیں ہے علم ان دونوں اعتبارات سے خالی ہے جیسے اللہ عالم ہے عارف نہیں۔

(5) علم معانی کی تعریف بیان کریں؟ ([illegible])

علم معانی ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے لفظ عربی کے ان احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن (احوال) کے ذریعے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

سوال نمبر 6 تعریف میں علم کیوں نہ کہا؟

علم معانی ایسا علم ہے اس سے جزئیات معلوم ہوتے ہیں اور جس علم سے جزئیات معلوم ہوں وہاں تعریفا استعمال ہوتا ہے

اعتراض: تعریف میں احوال کا لفظ آیا اس سے تمام احوال یا بعض مراد ہیں اگر تمام مراد ہیں تو مطلب ہوگا اس علم کے ذریعے لفظ عربی کے تمام احوال معلوم ہو سکتے ہیں تو یہ احتمال لینا درست نہیں کیونکہ تمام احوال غیر متناہی ہیں ان کے لئے لفظ علم لانا محال ہے (2) اگر بعض احوال مراد لیں بعض معین اور بعض غیر معین ہوں گے اگر غیر معین مراد لیں مجہول شے کے ساتھ تعریف کرنا لازم آئے گی اگر معین احوال مراد لیں اس پر کوئی قرینہ اور دلالۃ قرینہ بھی معلوم نہیں جو اس پر دلالت کرے

اعتراض نمبر 2 اگر آپ کہیں تمام احوال مراد تو خرابی لازم آئے گی کہ تمام احوال غیر متناہی ہیں انکا علم حاصل کرنا محال ہے اگر بعض احوال مراد لیں تو لازم آئے گا اگر ایک حال بھی معلوم ہو گیا تو اس کو بھی علم معانی کا عالم ماننا پڑے گا اصولی طور پر ایک کے جاننے والا عالم نہیں

جواب دیا یہاں پر علم معانی کے تمام احوال مراد ہیں مطلب معلوم ہو سکتے ہیں نہ لفظ عربی کے تمام احوال ہیں اعتراضات کے جواب اس طرح ہیں مراد یہ ہے ان سے لفظ عربی کے احوال بالقوہ معلوم ہو سکتے ہیں اور لفظ عربی کے احوال جزئیات میں سے ہر ہر فرد کی پہچان ہو سکتی ہے اس ملکہ کے ذریعے اس طرح کہ جب بھی ہمارے سامنے کوئی بھی جزئی آئے گی ہم اس علم کے ذریعے پہچان سکتے ہیں اس طرح غیر متناہی کا علم بھی حاصل ہو جائے گا یہ مراد نہیں کہ بالفعل لفظ عربی کے تمام احوال مراد ہو سکتے ہیں۔

☆ لفظ کے احوال (کیفیت صفات) نکرہ، معرفہ، مقدم، مؤخر وغیرہ کرنا مراد ہے

(۱) التی بہا یطابق مقتضی الحال ۔ یہ لفظ کی صفت ہے اس قید سے کونسی قید مراد ہے اور کونسے احوال نکل گئے اس قید لگانے سے (۱۰ نمبر)

اس قید سے مراد قید احترازی مراد ہے اس حیثیت سے کہ انکی وجہ سے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے ۔ اس قید سے وہ تمام احوال نکل گئے جن کے ذریعے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہے یا نہیں

۱ علم صرف نکل گیا اس علم کے ذریعے لفظ کے احوال معلوم ہوتی ہے اس علم کے ذریعے کلمہ لفظ کے احوال معلوم ہوتے ہیں ۲ علم النحو نکل گیا اس علم کے ذریعے بھی لفظ کے احوال معلوم ہوتے ہیں لیکن مرفوع منصوب مجرور کے بارے میں بحث ہوتی ہے ۳ علم بیان بھی نکل گیا اس لئے کہ اس کے ذریعے معنی مرادی ادا کرنے کے بارے میں بحث ہوتی ہے ۴ محسنات بدیعیہ بھی نکل گئے یہ صفت تجنیس ہے کلام کا مقتضی الحال کے مطابق ہونے کے بعد انکی رعایت اس علم کے ذریعے کی جاتی ہے

(۲) حیثیت کی قید اگر نہ لگائی جائے تو کیا خرابی لازم آئے گی؟

اگر حیثیت کی قید نہ لگائی جائے تب یہ بات لازم آئے گی جس کسی نے بھی لفظ عربی کے احوال کو جان لیا تو وہ علم معانی اسے حاصل ہو گیا جیسے تقدیم و تاخیر معرفہ نکرہ یہ احوال ہیں اگر حیثیت کا اعتبار نہ کریں تو فساد واضح ہے کہ علم بیان و دیگر علوم بھی علم معانی میں داخل ہو جائیں گے دوسری وجہ فقط لفظ عربی کے احوال کی تعریف جاننا ضروری نہیں بلکہ اس کے استعمال کا بھی جاننا ضروری ہے حیثیت کی قید سے علم بیان خارج ہو جائے گا اس لئے کہ علم بیان میں حقیقی مجازی کنایہ معنی سے بحث نہیں ہوتی کہ ان کی وجہ سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ علم بیان اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ تشبیہ کنایہ استعارہ کا معنی لایا جائے بلکہ اس حیثیت سے بحث ہوتی ہے کہ نکرہ معرفہ لایا جائے لہذا علم بیان نکل جائے گا۔

فائدہ: کسی چیز کی تعریف کا ذہن میں آجانا تصور ہے اور اس کے استعمال کرنے کو تصدیق کہتے ہیں۔ اگر حیثیت کا اعتبار نہ کریں تو علم معانی فقط تقدیم و تاخیر کی معرفت کا نام ہے کہ ان احوال کا تصور حاصل ہوتا ہے تصدیق حاصل نہیں حیثیت کی قید لگانے سے ان احوال کے جاننے کے ساتھ ساتھ مقتضی حال کے مطابق لانے کا جاننا بھی ضروری ہے لازم آئے گے۔

Scanned with CamScanner

(٩) حیثیت کی قید لگانے سے تمام علوم نکل گئے لیکن علم بیان نہیں نکلا کیونکہ علم بیان کے احوال بسا اوقات حال ان کا تقاضا بھی کرتا ہے

جواب: یہ ہے کہ یہ بھی لفظ عربی کے احوال ہیں بسا اوقات یہ بھی تقاضا کرتا ہے لیکن جو علم بیان میں بحث ہوتی ہے وہ لفظ اصل معنی مراد کو مختلف طریقوں سے ادا کرنے کے بارے میں ہوتی ہے نہ کہ مقتضی حال کے مطابق ہونے کے

(١٥) علم معانی کی تعریف سے 3 چیزیں معلوم ہوتی ہیں

1. احوال تقدیم و تاخیر معرفہ نکرہ ان کو مطابقت کا سبب یا مقتضی حال کہتے ہیں

2. مطابق وہ مقتضی الحال ہے

3. مطابق جن کی وجہ سے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے

ان تینوں کا الگ ہونا ضروری ہے لیکن مفتاح العلوم کی ایک عبارت ہے "حالت وہ ہے جو ذکر حذف تاکید وغیرہ کا تقاضا کرے" اس عبارت سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حال اور مقتضی الحال (سبب اور مطابق) یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں لہذا ماتن کی عبارت کیسے درست ہوگی

جواب دیا شارح نے تاکید حذف وغیرہ جو احوال ہیں مجازاً انہیں مقتضی الحال کہا گیا ہے

سوال مجاز کے لئے علاقہ مجاز ہونا ضروری ہے تو کونسا علاقہ پایا جاتا ہے جزئیت، کلیت، شبیہ سبب کا تو جواب دیا سببیت کا علاقہ پایا جا رہا ہے کہ یہ احوال سبب ہیں ان احوال کے سبب سے کلام مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر علاقہ مجاز نہ مانیں

محققین کے نزدیک حال اور مقتضی حال دونوں الگ الگ چیزیں ہیں مقتضی حال ایک کلام کلی ہے جو کہ مخصوص کیفیت کے ساتھ خاص ہوتا ہے مثلاً اگر حال تاکید کا تقاضا کرے تو اب مقتضی حال کلام مؤکد ہوگا اگر مسند الیہ کے حذف کا تقاضا کرے تو ہم (کہیں گے) مقتضی حال ایسا کلام ہے جس میں مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے

اعتراض آپ لوگ مقتضی الحال کلام کلی ہے تو ماتن کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان احوال کی وجہ سے کلام مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے مقتضی الحال سے مراد کلی مطابق ہوتا ہے تب عبارت کا مطلب کلام کلام کے مطابق ہوتا ہے۔

ج) کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا سے مراد پہلے کلام سے مراد کلام جزئی ہے کہ وہ کلام جس کو متکلم ذکر کرتا ہے اگر وہ کلام مقتضی الحال کے مطابق ہوگا تو یہ کلام کلام کلی

Scanned with CamScanner

کی جزئی بن جائے گا جیسے مقتضی الحال اس کلی پر صادق بھی آتا ہو تب جزئی بنے گا:

* کلام جزئی مقتضی الحال کے کلام کلی کے مطابق ہو

(11) لفظ عربی کے علاوہ اسناد، حروف کے بھی احوال معلوم ہوتے ہیں لفظ عربی کے ساتھ خاص کیوں کیا

اگرچہ یہ احوال بھی معانی ہیں یہ بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن معانی کے احوال بھی درحقیقت عربی کے احوال ہیں اس اعتبار سے کہ یہ معانی جملے کے احوال بنتے ہیں اور جملے کے واسطے سے ہی لفظ عربی کے احوال بنتے ہیں۔

(12) آپ نے کہا لفظ عربی احوال معلوم ہوتے اس کے ذریعے تو عجمی کے بھی احوال معلوم ہوتے ہیں

عربی کی قید لگانا اتفاقی ہے عجمی کو خارج کرنا مقصود نہیں بلکہ اس فن کو وضع کرنے کا مقصد فقط عربی احوال معلوم کرنا ہے۔

صاحب مفتاح العلوم علامہ سکاکی نے علم معانی کی کیا تعریف کی ہے.

علم معانی وہ علم ہے کلام کی تراکیب کے خواص (مقتضیات) کو جاننا افادہ دینے کے اعتبار سے اور جو استحسان اور غیر استحسان ان تراکیب سے متصل ہوتے ہیں ان کو جاننا تاکہ ان خواص کے ذریعے اطلاع پا کر ان سے واقف ہو کر بچا جائے مقتضی الحال کے مطابق کلام کو جاری کرنے میں غلطی سے بچا جائے.

(1) ملخص المفتاح پر ایک اعتراض ہے آپ نے علم معانی کی الگ تعریف کیا کی علامہ سکاکی کی تعریف سے عدول کیوں کیا

صاحب مفتاح العلوم نے تعریف سے عدول دو وجہ سے کیا ہے (1) انکی تعریف میں تتبع کا لفظ آیا ہے اور تتبع کوئی علم نہیں ہے کیونکہ علم کے 3 معانی ہیں (ملکہ، ادراک اور اصول وقواعد) اور ان میں سے کسی کو بھی تتبع نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی صادق آتا ہے لہذا کسی بھی علم کی تتبع کے ساتھ تعریف کرنا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں (2) دوسری وجہ یہ ہے کہ انکی تعریف میں تراکیب کا لفظ آیا ہے اور خود سکاکی نے تراکیب سے صاحب تمییز اور صاحب معرفت لغۃ بلغاء کی تراکیب مراد لی ہے اب اگر اس تعریف کو اختیار کیا جاتا تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں تو دور لازم آتا یا تعریف با مجہول لازم آتا تقریر اس طرح کہ (1) تراکیب سے تراکیب بلغاء مراد ہے اور بلغاء بلیغ کی جمع ہے اور بلیغ میں حیثیت بلیغ کی

معرفت ہے (نہ کہ ذات بلیغ کی) اور بلیغ بلاغت کے جاننے پر موقوف ہے نتیجہ، تراکیب بلغاء
کا جاننا بلاغت کے جاننے پر اور بلاغت کا جاننا بلیغ کی تراکیب بلغاء پر موقوف
دور لازم آرہا ہے ② بلاغت فی المتکلم کی جو سکاکی نے تعریف کی ہے

تعریف { معنی کو ادا کرنے میں اس حد کو پہنچ جانا کہ اسے خصوصیت حاصل ہو تراکیب
کے خواص کو اسکا پورا پورا حق دینے کی اور تشبیہ مجاز کنایہ کی اقسام کو
ان کے طریقے پر ذکر کرنے کی }

اس تعریف میں
تراکیب کا لفظ آیا ہے اور اس سے مراد تراکیب بلغاء ہے تو اسکا جاننا
بلاغت پر اور بلاغت کا جاننا تراکیب بلغاء پر موقوف ہے اور تراکیب بلغاء کا جاننا
بلاغت کے جاننے پر موقوف ہے یہی تو دور لازم آرہا ہے اس لئے تعریف کو چھوڑا
② اگر انکی تعریف میں تراکیب سے تراکیب بلغاء مراد نہیں بلکہ کچھ اور مراد ہے
تو اس بات کی سکاکی نے وضاحت نہیں کی کیا مراد ہے تو اس بات سے تعریف با مجہول
بات لازم آئے گی اسی وجہ سے تعریف کو چھوڑ دیا ہے۔

علامہ سکاکی نے تتبع سے کیا مراد لیا ہے اپنی تعریف میں

؟ اعتراض کا جواب دیا (تتبع والا) سکاکی نے تتبع سے علم معرفت مراد لیا ہے
تو یہ مجاز کے قبیل سے ہے یہاں پر لزوم کا علاقہ ہے تتبع ملزوم اور معرفت علم لازم
ہے تتبع کو علم لازم ہے یہاں پر ملزوم بول کر لازم مراد لیا ہے۔ تتبع ذکر کرنے کی وجہ یہ
ہے انہوں نے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ علم معانی یہ اسے حاصل ہوگا کہ جو تراکیب
بلغاء میں تتبع کرکے حاصل کرے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اہل عرب اپنی فطرت سلیمہ
کے اعتبار سے تراکیب بلغاء کو جان لے تو علم معانی کا عالم نہ ہیں گے آپ فرماتے ہیں
کہ میں نے اپنی کتاب کی تعریف میں مجازاً استعمال کیا تتبع کا لفظ اور مجاز کا استعمال
کرنا ادباء کی تعریف بھی اس سے کھری پڑی ہیں لہذا کسی بات پر تنبیہ کرنا ہو تو
تعریف میں مجازات استعمال کر سکتے ہیں دوسرا جواب دیا تعریف تراکیب کا
لفظ استعمال کیا اسے مراد تراکیب بلغاء مراد ~~نہیں~~ اسکی صراحت نہیں کی ہے بلکہ ان کی
تراکیب مراد ہے جن کی صاحب تمیز اور صاحب معرفت والے ہیں ان کی تراکیب
مراد ہے اگر بالفرض یہاں دور بھی لیا جائے کہ تراکیب سے تراکیب بلغاء مراد لی ہے تو لیکن
پھر ان تراکیب سے ان بلغاء کی تراکیب مراد ہیں جو بلاغت کے ساتھ متصف ہیں

Scanned with CamScanner

دوسرا مقدمہ: اور ان بلاغۃ کا علم معانی کو جاننا بلاغت کے اس مذکورہ معنی پر موقوف نہیں
ہے جو آپ نے ذکر کیے ہیں کیونکہ تراکیب بلغاء کا جاننا معلوم ہو سکتی ہیں عرف الناس کے
اعتبار سے بلاغت کا مذکورہ معنی جانے بغیر بھی مثلاً امرء القیس یہ فصیح و بلیغ شاعر ہے اس
کی تراکیب میں تتبع کرے کہ یہ ایسا کلام کیوں لائے اور غور و فکر کر کے خود بھی مقتضائے حال کے مطابق
کلام لائے اور بلاغت کی تعریف جانے بغیر کلام کرے تو ایسے شخص کو بھی علم حاصل ہو سکتا
پتہ چلا تراکیب بلغاء کا جاننا بلاغت کے جاننے پر موقوف نہیں بلاغت کی تعریف جانے بغیر علم معانی
حاصل ہو سکتا ہے لہذا جب تراکیب بلغاء کا جاننا بلاغت کے جاننے پر موقوف نہیں تو دور بھی لازم نہیں جب
دور لازم نہیں تو آپکا تعریف سے عدول کرنا بھی درست نہیں۔

علامہ تفتازانی علامہ سکاکی کی طرف سے جواب دے رہے ہیں اس بات کا جو ماتن نے یہ کہا
تھی کہ تراکیب سے تراکیب بلغاء مراد نہ ہو تو تعریف بالمجہول لازم آئے گی اب شارح سکاکی کا
جواب دیا یہاں پر تراکیب بلغاء مراد ہی نہیں بلکہ تراکیب متکلم مراد ہے لہذا تعریف بالمجہول
لازم نہ آئے گی اس بات پر قرینہ سکاکی کا یہ قول ہے {توفية خواص التراكيب حقها}
(کہ معنی کو ادا کرنے میں تراکیب کے خواص کو پورا پورا حق دینا) سکاکی کا یہ قول اس
بات پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم اپنی ہر ترکیب کو اس جگہ میں لائے جو اس کے لائق ہو
اور اس مقام میں جو اس کے مناسب ہو اسطرح ان زیدا قائم اس ترکیب کو استعمال
کرے جب مخاطب اس کا منکر ہو مخاطب ایسی ترکیب کو استعمال کرے واللہ انہ لقائم
جب مخاطب منکر کا اصرار کرے و زیدا ضربت تب استعمال کرے گا جب مخاطب صحیح اور
غلط کے ساتھ حکم لگانے والا ہو تب ہم حکم لگائیں گے کہ متکلم اپنی ترکیب کو اس کی
مناسب جگہ میں لے کر آیا ہے۔ ان زیدا قائم یہ شک کی نفی اور انکار کو دور کرنے
کے لئے آیا زیدا ضربت یہ حصر پیدا کرنے کے لئے آتی ہے اسی طرح دیگر تراکیب پر قیاس
کرتے جائیں نتیجہ نکلا بلاغت کی تعریف میں تراکیب جو ہے اس سے تراکیب بلغاء
مراد نہیں ہے بلکہ تراکیب متکلم مراد ہے لہذا اس کا تراکیب بلغاء مراد نہیں تو پتہ چلا
اس کا بلاغت پر سمجھنا موقوف نہ ہوگا اور نہ ہی دور لازم آئے گا لہذا تعریف
بالمجہول بھی نہ ہوگی۔

(12) ماتن نے علم معانی کو 8 ابواب میں منحصر کیا ہے یہ درست نہیں کیونکہ علم معانی میں تعریف تشبیہ وجہ حصر کو بھی تو بیان کیا جاتا ہے؟

علم معانی کی دو قسمیں ہیں ایک مقصود ایک غیر مقصود۔ علم معانی کا مقصود 8 ابواب میں منحصر ہے اور تعریفات وجہ حصر تنبیہ یہ سب غیر مقصود ہیں۔

انحصار کی دو قسمیں ہیں انحصار کل، انحصار کلی

انحصار کل یہ ہے کہ ایک شے کئی افراد پر مشتمل ہو جب وہ تمام افراد خارج میں اکٹھے پائے جائیں تو اس شے کا وجود پایا جائے تو اس شے کا نام کل ہے معلوم ہوا کل اپنے وجود میں اپنے تمام اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور کل کا ایک جز پر اطلاق نہیں کر سکتے جبکہ انحصار کلی اپنے ہر ہر جز پر صادق آتی ہے اور یہ اپنے وجود میں تمام جزئیات کی محتاج نہیں ہوتی یہاں پر انحصار کل مراد ہے کہ جب تک ان 8 ابواب کا علم حاصل نہ ہوگا تب تک علم معانی بھی حاصل نہ ہوگا۔

* علم کا ایک معنی مسائل و قواعد ہے۔ علم معانی کے 8 ابواب یہ ہیں

(1) احوال اسناد خبری (2) احوال مسند الیہ (3) احوال مسند (4) احوال متعلقات فعل (5) قصر (6) انشاء (7) فصل و وصل (8) ایجاز اطناب مساوات

(13) کلام کی دو قسمیں ہیں کلام خبر یا انشاء ہوگا تو صرف خبر اور اسناد کی طرف کلام کی تقسیم کیوں کیا دو کی ہی کر دیتے 3 بنا دیتے تقسیم۔

شارح نے جواب دیا کلام ایسی نسبت تامہ پر مشتمل ہوتا ہے جو طرفین مسند اور مسند الیہ کے درمیان ہوتی ہے اور نفس متکلم کے ساتھ قائم ہوتی ہے نسبت کی 3 قسمیں ہیں (1) نسبت کلامیہ اگر مسند الیہ اور مسند میں سے ایک دوسرے کی طرف نسبت کلام سے سمجھی جا رہی ہے تو یہ نسبت کلامیہ ہے اگر یہ نسبت خارج میں بھی پائی جائے تو یہ نسبت خارجیہ اگر یہ نسبت ذہن میں بھی سمجھی جائے تو یہ نسبت ذہنیہ ہے نسبت کلامیہ کا تعلق نسبت ذہنیہ اور خارجیہ سے ہوتا ہے۔ یہ قول نسبت کلامیہ یہ نفس متکلم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ متکلم کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ اس نسبت کا ادراک کر لیتا ہے۔

Scanned with CamScanner

نسبت تامہ کی تعریف: کلام کی تقسیم خبر اور انشاء کی تقسیم کے وقت نسبت تامہ کی تعریف کی ہے وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت کے ساتھ یا ایقاع نسبت یا سلب نسبت کے ساتھ یہ تعریف کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تعریف خبریہ کو شامل ہے انشاء کو شامل نہیں ہے جب انشاء کو شامل نہیں تو انشاء کی تعریف کرنا بھی درست نہیں بلکہ یہاں پر نسبت تامہ کی تعریف یوں کی جائے {کلام کے دو اجزاء کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ اس پر سکوت درست ہو خواہ وہ تعلق برابر ہے ایجابی ہو یا سلبی ہو یا ان دونوں کے علاوہ ہو۔}

وجہ حصر بیان کریں؟

(14)

(ج)

کلام یا تو خبر ہوگا یا انشاء اگر کلام خبر ہے اور نسبت کلامیہ کے لئے 3 زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں نسبت خارجیہ بھی ہو تو اب دو صورتیں ہیں (1) یا تو نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہوگی مطلب دونوں سلبی یا ایجابی ہوں گی (2) یا نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق نہ ہوگی مطلب ایک سلبی تو دوسری ایجابی ہوگی تو یہ کلام خبر ہوگا اور اگر نسبت کلامیہ کے لئے نسبت خارجیہ نہ ہو جیسے (اضرب، ہل ضربت) یا نسبت خارجیہ تو ہو لیکن مطابقت اور عدم مطابقت کا مقصد نہ کیا گیا ہو تو ان صورتوں میں کلام انشاء ہوگا۔ لیکن:

(اگر کلام خبر ہو تو خبر کے لئے مسند الیہ اور مسند اور اسناد کا ہونا ضروری ہے تو یہ تین چیزیں الگ الگ باب ہو گئے اور مسند کے لئے کبھی متعلقات فعل بھی ہوتے ہیں جبکہ وہ مسند فعل ہو یا معنی فعل میں ہو تو یہ احوال متعلقات فعل ہو گیا۔ اسناد اور تعلق میں سے ہر ایک یا تو قصر کے ساتھ ہوگا یا بغیر قصر کے ساتھ ہو تو باب قصر ہے اور اگر بغیر قصر کے ہے تو متعلق خبر میں چلا جائے گا۔ ہر جملہ دوسرے جملے کے ساتھ ملا ہوا ہوگا تو ان کے درمیان عطف ہوگا یا نہیں اس اعتبار سے وصل اور فصل ہوگا اور کلام بلیغ اصل مراد پر فائدہ کے لئے زائد ہوگا یا نہیں ہوگا یہ ایجاز اطناب مساوات ہوگا)

اعتراض: مسند الیہ مسند اور اسناد اور اس کے علاوہ جیسا کہ خبر میں پائے جاتے ہیں اسی طرح انشاء میں بھی پائے جاتے ہیں تو خبر کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے

(ج) وجہ اختصاص یہ ہے خبر کے کثرت استعمال کی وجہ سے یا خبر کے کثرت لطائف کی وجہ سے یا خبر کے اصل ہونے کی وجہ سے خاص کیا۔

Scanned with CamScanner

(30)

(15)

س: ماتن نے لفائدۃ کی قید کیوں لگائی

(ج) اس لئے لگائی تاکہ تطویل خارج ہو جائے

اعتراض

جب کلام کو بلیغ کے ساتھ مقید کر دیا تو اب فائدہ کی قید ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کلام بلیغ میں جو بھی زیادتی ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی فائدہ کی وجہ سے ہوتی ہے جو زیادتی بلا فائدہ ہو تب کلام بلیغ نہ ہوگا۔

(اعتراض) 8 ابواب میں جو وجہ حصر بیان کی ہے وہ وجہ حصر تو بالکل ظاہر ہے اس کو ذکر کرنے کوئی فائدہ نہیں

(ج)

دعویٰ پر دلیل یا اس لئے ماتن نے آٹھ آٹھ ابواب بنائے ہیں قصر، فصل و وصل آدھے ابواب مساوات اب تینوں کو مسند الیہ۔ احوال اسناد خبر یا مسند میں ڈال دیتے آٹھ ذکر کیوں کیا آٹھ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے اگر آٹھ ذکر کیا تو ہر ایک کی وجہ بیان کرتے ورنہ ہم کہیں گے دعویٰ کو پختہ کریں گے اعتراض کے ذریعے جس طرح یہ تینوں احوال اسناد خبری مسند الیہ یا مسند سے ہیں اسی طرح تقدیم و تاخیر تعریف و تنکیر حذف وغیرہ یہ بھی انہی میں سے ہو جائیں گے تو ان احوال میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ کیوں نہ بنایا

حصر کی قسمیں حصر عقلی جو حصر نفی یا اثبات کے درمیان تردید کے ساتھ بیان کی جائے حصر عقلی ہے۔ جنہوں نے علم معانی کی عقلی حصر بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم معانی کے 8 ابواب کی وجہ حصر عقلی بیان کی ہیں علم معانی کے صرف 8 احوال ہیں اس کے علاوہ مسند اور مسند الیہ کے احوال میں اس کلام کا نقصان زیادہ ہے کیونکہ ان 8 احوال کے علاوہ اور بھی ہیں

سوال (16). شارح تفتازانی نے جو حصر ذکر کی ہے اسے بیان کریں؟

(ج) درستگی کے زیادہ قریب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ لفظ یا تو مفرد یا جملہ ہوگا۔ اگر جملہ ہو تو یہ احوال اسناد خبری ہے یہ پہلا باب ہے اگر مفرد ہو تو عمدہ یا فضلہ ہوگا عمدہ میں اسم فاعل اور فضلہ میں احوال متعلقات فعل ہوں گے یہ دوسرا باب ہے اگر مفرد عمدہ ہو تو دو صورتیں ہیں مسند الیہ یا مسند ہوگا اب 3 ابواب مفرد کے بنائے ہیں اس لئے کہ فضلہ اور عمدہ میں فرق ہو جائے اور عمدہ کی دونوں قسموں میں فرق ہو جائے۔ جملہ اور مفرد کے کچھ احوال ایسے ہیں جن میں زیادہ پوشیدگی ہے پیچیدگی ہے زیادہ ابحاث میں اور مختلف طریقے ہیں لانے کے وہ احوال قصر میں یہ پانچواں باب ہے جملے کے کچھ احوال ایسے ہیں جنکی شان و عظمت زیادہ ہے اور بلغاء ان کا اہتمام زیادہ کرتے ہیں یہ احوال فصل و وصل ہے یہ چھٹا باب ہے۔

اور کچھ احوال ایسے ہیں جن کا تعلق نہ مفرد سے ہے نہ جملہ سے بلکہ دونوں میں جاری ہوتے ہیں ان کا استعمال بھی زیادہ کثیر ہے ان تفریعات بھی زیادہ ہیں ایجاز، اطناب، مساوات یہ ساتواں باب ہے ان تمام احوال میں خبر اور انشاء مشترک ہیں جبکہ کچھ ابحاث ایسی ہیں جن کا تعلق خاص طور پر انشاء سے ہے انشاء آٹھواں باب ہے اس طرح علم معانی آٹھ ابواب پر مشتمل ہو گیا

11 س تنبیہ کے لغوی اور اصطلاحی اور بحث کا نام تنبیہ کیوں رکھا.

ج) لغوی معنی غافل کو بیدار کرنا اصطلاح میں مراد بعد میں آنے والے اس تفصیلی کلام کا نام ہے جس کی پہلے اجمالی اشارۃ گذر چکا ہو تنبیہ نام اس لیے رکھا کہ ماتن کے قول تطابق لہ او لا تطابقہ اجمالاً صدق و کذب کا ذکر ہو چکا تھا اب اسی صدق و کذب کی تفصیل بیان کر رہے ہیں

س ماتن نے خبر کی تعریف مطابقت اور عدم مطابقت کے ساتھ کی ہے تو خبر کی مشہور تعریف سے عدول کیوں کیا مشہور تعریف یہ ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے؟

مشہور تعریف سے عدول کرنے کی وجہ دور لازم آتا ہے اس طرح کہ جو صدق و کذب کا احتمال رکھے یہ خبر ہے خبر کا سمجھنا صدق و کذب پر موقوف ہے اور صدق یہ ہے کہ خبر کا واقع کے مطابق ہونا تو صدق کا سمجھنا خبر پر موقوف ہے نتیجہ نکلا خبر کا سمجھنا خبر پر موقوف ہے اس دور سے بچنے ہوئے عدول کیا شارح نے جواب دیا مشہور تعریف میں بھی دور لازم نہیں آتا وہ اس طرح خبر کی تعریف جو ہے نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہوگی یا نہیں تو اس خبر کی تعریف میں خبر سے مراد کلام مخبر بہ ہے یعنی کلام جس کے ذریعے خبر دی جائے، زید قائم اور صدق کی تعریف کلام کا واقع کے مطابق ہونا صدق کی تعریف میں خبر سے مراد اخبار ہے لہذا جہتیں بدلی تو دور بھی لازم نہیں آئے گا. صدق و کذب دونوں کلام اور متکلم کی صفت بنتے ہیں جبکہ خبر کی مشہور تعریف میں صدق و کذب یہ کلام کی صفت ہیں کہ کلام سچا اور جھوٹا ہوتا ہے جبکہ صدق کی تعریف میں جو صدق ہے یہ متکلم کی صفت ہے. اب بھی جہتیں بدل گئی

12 س صدق و کذب کے درمیان خبر کے منحصر ہونے میں آئمہ کا اختلاف بیان کریں؟

جمہور اور نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ خبر صدق و کذب کے درمیان منحصر ہے ان کے علاوہ تیسری قسم نہیں ہے جبکہ جاحظ معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ خبر صدق و کذب کے درمیان منحصر نہیں ہے بلکہ ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری قسم بھی ہے لا صدق ولا کذب کہتے ہیں اس کو.

(21)

س: جاحظ نے دلیل سے کس طرح اپنا مذہب ثابت کیا ہے صدق و کذب کے درمیان واسطہ ثابت کیا ہے؟ دلیل و وجہ استدلال ذکر کریں؟

جواب: جاحظ نے دلیل دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دلیل افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ کافروں نے کہا کہ رسول اللہ علیہ السلام نے اللہ پاک پر جھوٹ بولا ہے یا انہیں جنون لاحق ہوا ہے

وجہ استدلال: حشر و نشر کے متعلق حضور علیہ السلام کی خبر دینے کو منحصر کیا ہے کفار نے دو چیزوں پر مخصوص طور پر کیونکہ سرکار کفار کو خبریں دیا کرتے تھے قیامت کی لہذا وہ جھٹلاتے تھے کہ ان دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے یا تو اللہ پاک پر جھوٹ بولا ہے یا آپ حالت جنون میں خبر دی ہے۔ کیونکہ حالت جنون میں خبر دینا نہ یہ سچ ہے نہ یہ جھوٹی ہے واسطہ ثابت ہو گیا ان دونوں کے درمیان

جھوٹی اس لئے نہیں حالت جنون میں خبر دینا افتری (کذب) کی قسیم ہے اور قسیم ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں۔ اب اگر قسیم مانیں تو قسیموں کا ایک ہونا لازم ہوگا۔ صادق بھی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ کفار حضور کے سچے ہونے کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے تھے جھٹلاتے تھے آپ علیہ السلام کو

س 22: جاحظ کے استدلال کا رد تحریر کریں

شارح نے فرمایا حالت جنون میں خبر دینا یہ غیر کذب ہے ہم اس بات کو نہیں مانتے بلکہ یہ بھی کذب ہی ہے اگرچہ کذب غیر عمدی ہے

وجہ استدلال یہ ہے کہ ام بہ جنۃ سے مراد لم یفتر ہے تو یہ عدم افتری کو ام بہ جنۃ سے تعبیر کیا گیا ہے مطلب جنۃ بول کر عدم افتری مراد لیا ہے اس لئے کہ جنون کے اندر کوئی قصد نہیں ہوتا تو افتری بھی نہیں ہوگا نتیجہ نکلا کذب کی دو قسمیں ہیں کذب عمد جسے افتری کہتے ہیں کہ قصداً جھوٹ بولے دوسری قسم بلا قصد جھوٹ بولنا ہے جیسے حالت جنون میں خبر دینا اب آیت کا مطلب ہوگا کہ رسول اللہ نے افتری کیا ہے کہ قصداً یا بلا قصد جھوٹ بولا ہے یہاں حالت جنون میں خبر دینا یہ مطلقاً کذب کی قسیم نہیں ہے بلکہ کذب خاص افتری کی قسیم ہے کفار نے خبر کاذب کو اس کی دونوں قسموں میں منحصر کر دیا ہے۔

س: نظام معتزلی کا مذہب صدق و کذب کے بارے میں بیان کریں۔

ج: (خبر کے حکم کا مطابق ہو یا مخبر کے اعتقاد کے مطابق اگر مخبر کا یہ اعتقاد غلط ہو)
صدق ہے خبر کے حکم کا مطابق نہ ہو یا مخبر کے اعتقاد کے مطابق اگرچہ مخبر
کا یہ اعتقاد غلط ہو۔ السماء تحتنا پر تب بولا جب اس کا اعتقاد
بھی ہو کہ آسمان نیچے ہے اگرچہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے یہ صادق خبر ہے
السماء فوقنا پر تب بولے جب اس کا اعتقاد نہ ہو کہ آسمان اوپر ہے یہ کاذب ہے

1. علم جازم: اگر نسبت تامہ کا علم ہو اور جانب مخالف کو عقل بالکل جائز قرار نہ دے تو یہ جازم ہے حکم جازم یا علم ہے یا جو شک قبول نہ کرے حکم جازم ہے

2. اعتقاد مشہور: اگر جزم ہو اور واقع کے مطابق بھی ہو اور مشکک کے شک میں ڈالنے کی وجہ سے یہ جزم زائل ہو سکتا ہو تو اعتقاد مشہور ہے

3. جہل مرکب: اگر جزم ہو واقع کے مطابق نہ ہو اور مشکک کے شک میں ڈالنے کی وجہ سے جزم زائل بھی نہ ہو تو یہ جہل مرکب ہے۔

4. وہم اور ظن: اگر نسبت تامہ کا علم ہو اور جانب مخالف کو عقل جائز قرار دے تو جانب راجح کو ظن اور جانب مرجوح کو وہم کہیں گے

5. اگر جانبین برابر ہو دونوں میں شک ہو تو شک کہیں گے۔

اعتراض: نظام معتزلہ کے نزدیک خبر اعتقاد کے مطابق ہو تو صدق ورنہ کذب تو معترض کہتا ہے کہ اعتقاد سے تو یہی لگ رہا ہے کہ اعتقاد مشہور مراد ہے تو اس قید کی وجہ سے اس تعریف سے جزم علم، ظن، وہم خارج ہو جائیں گے کہ ان کو صادق و کاذب نہ کہہ سکیں گے اس طرح یہ تو واسطہ بن رہے ہیں جبکہ نظام معتزلی تو واسطہ کے قائل ہی نہیں

جواب: یہاں پر اعتقاد سے مراد حکم ذہنی ہے حکم ذہنی عام ہے چاہے جازم ہو یا جانب راجح ہو لہذا اعتقاد جزم کو بھی علم، اعتقاد مشہور اور ظن کو بھی شامل ہو جائے گا۔

سوال: شک میں تو جانبین برابر ہوتی ہیں لہذا اس میں تو اعتقاد نہیں ہوتا لہذا اس کے خبر کے سچے جھوٹے ہونے کو ہم سچا جھوٹا نہیں کہہ سکتے لہذا اب بھی واسطہ ثابت ہو رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

جواب) اللھم الا اہل عرب ضعیف بات کو قوت دینے کے لئے اللھم الا ذکر کرتے ہیں
کہ اے اللہ بظاہر تو اسباب نہیں اب تو ہی ہماری مدد فرما۔ اللھم کہہ کر اشارہ
کر دیا کہ یہ ضعیف قول ہے۔ لہذا جب اعتقاد ہی نہ رہا تو شک کے
اندر خبر مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہی ہیں اور جو خبر مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ
ہو تو خبر جھوٹی ہوتی ہے نتیجہ نکلا خبر شک والی جھوٹی ہے لہذا واسطہ بھی نہ رہا
شارح نے جواب دیا مشکوک خبر حقیقت میں خبر نہیں ہوتی کہ اسکو سچا یا
جھوٹا کہا جا سکے کیونکہ نہ تو حکم ہوتا ہے نہ تصدیق ہوتی ہے بلکہ محض وہ تصور ہے
جیسا کہ علمائے منطق نے اسکی صراحت کی ہے

س) نظام معتزلی نے اپنے مذہب پر آیت سے کس طرح استدلال کیا ہے

جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں نشهد انک لرسول اللہ بے شک اللہ جانتا ہے کہ
آپ اسکے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے
منافقین پر یہ حکم لگایا ہے کہ وہ اپنے اس قول انک لرسول اللہ میں جھوٹے ہیں باوجود اس کے کہ یہ خبر
واقع کے مطابق ہی ہے اس لئے کہ یہ خبر ان کے اعتقاد کے مطابق نہ تھی پتہ چلا خبر کا اعتقاد
ہونا صدق اور مطابق نہ ہونا کذب ہے اب اگر واقع کے مطابق ہوتا تو منافقین کو جھوٹا کہنا درست
نہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول غلط ہوتا حالانکہ قول درست ہے۔

(۴)

ج) نظام معتزلی کے مذہب کا 3 طریقوں سے رد پیش کرو۔ دو طریقوں سے علی السبیل الانکار
اور ایک علی السبیل التسلیم

① پہلا رد استدلال کا: اللہ پاک نے منافقین کو انک لرسول اللہ میں جھوٹا قرار نہیں دیا بلکہ
گواہی شہادت دینے میں جھوٹا قرار دیا ہے (یہ شہادت انشاء کے قبیل سے ہے یہ کذب و صدق کے ساتھ
متصف نہیں ہوتی) جواب دیا کہ وہ شہادت کے اندر مواطاۃ کا دعویٰ کرنے میں جھوٹے ہیں کہ کذب
شہادت کی طرف لوٹ سکتا ہے کہ یہ شہادت ایسی خبر کاذب کو ضمن میں لئے ہوئے ہے جو
واقع کے مطابق نہیں ہے) وہ اس طرح کہ منافقین نے انک لرسول اللہ خبر کو اِنَّ "اِنَّ"
تاکید اور جملہ اسمیہ کے ساتھ مؤکد کر کے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ منافقین اپنے اس خبر کو
کہ ہماری گواہی صمیم دل اور خلوص اعتقاد سے دی ہے تو اللہ پاک نے فرمایا انکی گواہی
واقع کے مطابق نہیں ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو ان کی زبانوں سے نکلتا ہے وہ انکے دلوں میں نہیں

علامہ تفتازانی نے فرمایا کہ مذہب ذاکر بحث شہادت کی طرف راجع ہے اور شہادت خود ایک خبر ہے جو واقع کے مطابق نہیں تو شارح نے جواب دیا اس جواب کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ بات واضح ہے کہ شہادت خبر نہیں ہے بلکہ انشاء ہے

علیٰ سبیل الانکار اللہ پاک نے منافقین کو انک لرسول اللہ میں جھوٹا قرار نہیں دیا بلکہ شہادت نا رکھنے میں جھوٹا قرار دیا ہے اس لئے کہ شہادت میں موافقت شرط ہوتی ہے یعنی شہادت وہ ہوتی ہے جو متکلم کے اعتقاد کے مطابق ہو ان کی شہادت اعتقاد کے مطابق نہ تھی پس وہ جھوٹے ہیں

20

س جاحظ صدق و کذب کے درمیان خبر کے منحصر ہونے کا منکر ہے تو یہ کس طرح واسطہ ثابت کرتا ہے اپنی تحقیق بیان کریں؟

ج) جاحظ کہتا ہے کہ خبر واقع کے مطابق ہوگی یا نہیں ہوگی ان دونوں میں سے ہر ایک کی 3.3 صورتیں ہیں۔ اگر خبر واقع کے مطابق ہے اس اعتقاد کے ساتھ کہ خبر واقع کے مطابق ہے تو یہ خبر سچی ہے اور اگر خبر واقع کے مطابق نہ ہو اور اعتقاد بھی ہو کہ خبر واقع کے مطابق نہیں ہے یہ جھوٹی خبر ہے اس کے علاوہ بقیہ 4 صورتیں ہیں جو لا صدق ولا کذب ہوں گی

i خبر واقع کے مطابق ہو اعتقاد یہ ہو کہ خبر واقع کے مطابق نہیں۔

ii خبر واقع کے مطابق تو ہو لیکن کچھ اعتقاد نہ ہو

iii خبر واقع کے مطابق نہ ہو لیکن اعتقاد ہو کہ واقع کے مطابق ہے

iv خبر واقع کے مطابق نہ ہو لیکن اعتقاد کچھ نہ ہو

یہ چاروں صورتیں لا صدق ولا کذب کہیں گے۔

س جاحظ اور نظام معتزلہ اور جمہور کی تعریفات کے درمیان نسبت ثابت کرو؟

ج) جاحظ نے جو صدق و کذب کی تعریف کی ہے وہ خاص ہے جبکہ جمہور اور نظام کی تعریف صدق و کذب کی جو تعریف کی ہے وہ عام ہے کیونکہ جاحظ نے صدق و کذب میں واقع کے مطابق ہونے اور اعتقاد کے مطابق ہونے کا اعتبار کیا ہے جبکہ جمہور اور نظام معتزلی نے ان دونوں (اعتقاد اور واقع) میں سے ایک کا اعتبار کیا ہے لہذا جو خبر جاحظ کے نزدیک سچی ہوگی وہ جمہور اور نظام معتزلی کے نزدیک بھی سچی یا جھوٹی ہوگی جبکہ جمہور اور نظام معتزلی کا مذہب عام ہے جو انکے نزدیک سچی یا جھوٹی ہوگی اس کا جاحظ کے مطابق ہونا ضروری نہیں

Scanned with CamScanner

جمہور اور نظام معتزلی صدق و کذب کی تعریف میں اختلاف کرتے ہیں

جمہور کے نزدیک خبر کے حکم کا واقع کے مطابق ہونا صدق ہے اور خبر کے حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا کذب ہے

س) اس تعریف میں حکم کو محذوف کیوں مانا؟

ج) صدق اصالۃً مطابقت و عدم مطابقت کے ساتھ متصف نہیں ہوتا بلکہ حکم یعنی نسبت کلامیہ سے متصف ہوتی ہے (کیونکہ) صدق و کذب کا تعلق حکم کے ساتھ اولاً اور بذات ہوتا ہے جبکہ خبر کا تعلق حکم کے واسطے سے ہوتا ہے

س) واقع، نفس امر اور خارج یہ الگ ہیں مترادف یا ایک ہی چیز کا نام ہے؟

ج) یہ ایک ہی چیز کا نام ہے

س) نسبت خارجیہ کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج) کلام متکلم اور مخاطب کے ... دو چیزوں کے درمیان نسبت کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے تو نسبت ذہنیہ اور نسبت کلامیہ کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ خارج میں بھی ان دو چیزوں کے درمیان نسبت پائی جائے اسی نسبت کو نسبت خارجیہ کہتے ہیں اور یہ نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہوگی یا نہیں۔

ع) اگر تو یہ کہے کہ ابیع میں بیچوں گا اور تو ارادہ کرے اس سے موجودہ خبر دینے کا تو ضروری ہے اس خبر کے لئے ایسی بیع کا واقع ہونا ہو کہ خارج میں بھی موجود ہوگی اور حاصل ہوگی لفظ بیع کے بغیر اور اس لفظ کا خارج کے مطابق قصد کیا گیا ہو تو اس طرح کے جتنے بھی الفاظ ہیں خبریں برخلاف انشاء کے اس کا خارج میں قصد نہیں ہوتا بلکہ بیع حاصل ہو جاتی ہے اسی لفظ کے ساتھ

* نسبت خارجیہ امور معقولات (اعتباریہ) میں سے ہے اور (اعتباریہ) کا خارج میں وجود نہیں ہوتا لہذا ان نسبت خارجیہ کا بھی خارج میں وجود نہیں ہوتا لہذا اس کا لینا کہ لینا چاہیے درست ہے کہ نسبت کلامیہ نسبت خارجیہ کے مطابق ہو

ج) خود وہ ہے ایک نفس نسبت ہے اور ایک وجود نسبت ہے اور خود اس نسبت کا خارج میں پایا جانا ضروری ہے اب خارج میں نفس نسبت تو پائی جاتی ہے وجود نسبت نہیں پایا جاتا نسبت خارجیہ کے پائے جانے سے مراد نفس نسبت مراد ہے

28/01/2020 شغل شریف

الباب الاول

احوال اسناد خبری

(23) اسناد خبری یا نسبت کی تعریف کریں؟

ایک کلمہ کو یا جو کلمہ کے قائم مقام ہو اس کو ملا دینا دوسرے کلمے کے ساتھ اس طرح کہ وہ ملانا حکم لگانے کا فائدہ دے اس بات پر کہ ان دو کلموں میں سے ایک کلمہ کا مفہوم ثابت ہے دوسرے کلمے کے مفہوم کے لیے یا ایک کلمہ کی دوسرے کلمے کے لیے نفی کی گئی ہو

(24) صاحب مفتاح العلوم نے نسبت کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ کیا اور شارح سے ہیں کہ ہماری یہ تعریف اولیٰ علامہ سکاکی کی تعریف سے؟

یہ بات ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مسند الیہ اور مسند یہ لفظ کی صفت ہیں کیونکہ یہ کلمے ہوتے ہیں اور لفظ کی صفت ہوتے ہیں تو گویا شارح نے ان کو لفظ کی صفت بنایا ہے نحویوں کے عرف کے مطابق جبکہ علامہ سکاکی نے یہ تعریف کی تھی کہ "مسند الیہ کے مفہوم کو مسند کے مفہوم کے لیے ثابت کرنا تو انہوں نے مسند الیہ اور مسند کو معنی کی صفت بنا دیا اور یہ نحویوں کے خلاف ہے۔

(2) خبر کی ابحاث کو کیوں مقدم کیا اور انشاء کی بحث کو کیوں مؤخر کیا

خبر کی بحث کو 3 وجوہات کی بناء پر مقدم کیا ہے ① ماتن نے شروع کیا خبر کی ابحاث کو کیونکہ خبر کی عظمت بہت ہوتی ہے کیونکہ نظریات خبر ہی ہوتے ہیں اور انکو خبر کے ذریعے سے ہی بیان کیا جاتا ہے ② خبر کا فائدہ بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر جملے ان کا تعلق خبر سے ہی ہوتا ہے اور خبر کثیر صورتوں میں پائی جاتی ہے (کبھی جملہ اسمیہ و فعلیہ وغیرہ میں) اور انشاء کی صورتیں بہت کم ہیں اور خبر کے اندر حیرت والی تعبیرات اکثر واقع ہوتی ہیں اور خبر ہی کے ذریعے اکثر واقع ہوتی ہیں وہ خصوصیات جنکی وجہ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے ③ کلام کی دو قسمیں ہیں خبر اور انشاء اور خبر اصل ہے اور انشاء فرع ہوتی ہے اور اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے۔

خبر اصل اور انشاء فرع ہے اس بات پر کیا دلیل ہے جبکہ دونوں ہی کلام کی قسمیں ہیں؟

انشاء خبر سے حاصل ہوتی ہے یا تو مشتق ہو کر جیسا کہ امر نہی یا پھر انشاء منقول ہے خبر سے نقل ہو کر جیسا کہ عسیٰ اور نعم بعت وغیرہ یا خبر پر کسی حرف کا اضافہ کر کے انشاء بنا ہے جیسا کہ ذھب زید یہ خبر ہے اس پر ھل کلمہ استفہام کا اضافہ کر دیا اور یہ انشاء بن گیا۔

Scanned with CamScanner

س: نسبت کو احوال اسناد خبری کے احوال کو کیوں مقدم کیا جاتا ہے؟ اسناد خبری تو میں کیوں مسند الیہ اور مسند کے بعد پائی جاتی ہے لہذا پہلے مسند الیہ پھر مسند کے احوال پھر اسناد خبری کے احوال ذکر فرمائے

احوال اسناد خبری کو مقدم کیا اس لئے کہ علم معانی بحث کرتا ہے اس لفظ کے احوال سے جو مسند الیہ اور مسند کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور یہ نسبت کے پائے جانے کے بعد ہی ثابت ہوگا کیونکہ جب تک ان دونوں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف نسبت نہ کریں گے تو ان میں سے ایک مسند الیہ اور دوسرا مسند نہ بنے گا اس اعتبار سے دیکھا جائے تو پہلے نسبت ہے اور جو آپ کہہ رہے ہیں کہ اسناد سے پہلے مسند اور مسند الیہ پایا جانا اس سے مراد ان کی ذات پائی جانا ہے۔

س: مخبر سے کیا مراد ہے اور اپنی خبر سے اس کا مقصود کیا ہوتا ہے؟

مخبر سے مراد جو اطلاع خبر دینا چاہتا ہو یہ مراد نہیں کہ جملہ خبریہ کا تلفظ کرنے والا مراد نہیں ہے مخبر کا اپنی خبر سے مقصود دو ہی چیزیں ہو سکتی ہیں یا تو مخاطب کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے یا مخبر کا اپنی خبر سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے کہ وہ بھی اس حکم کو جانتا ہے جبکہ یہاں پر جملہ خبریہ کا تلفظ کرنے والا مراد نہیں ہے ۔

س: حکم سے کیا مراد ہے؟

یہاں حکم سے مراد وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت مراد ہے یہاں پر ایقاع نسبت یا انتزاع نسبت مراد نہیں حکم سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مخبر کا اپنی خبر سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا کہ اس نے نسبت واقع کی ہے نہ ہی یہ غرض مقصود ہوتی ہے کہ خود مخبر بھی اس بات کو جانتا ہے اور اگر بالفرض ایقاع نسبت مراد لی تو اس حکم کے انکار کی وجہ نہ بنے گی کیونکہ یہ بات نا ممکن ہے کہ مخبر سے کہا جائے کہ اس نے نسبت واقع نہیں کی ۔

فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر سے کیا مراد ہے نیز پہلے فائدۃ الخبر پھر لازم فائدۃ الخبر کو کیوں لائے

وہ حکم جس میں مخاطب کو حکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہو اس کو فائدۃ الخبر اور وہ حکم جس میں مقصود مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا مقصود ہو کہ متکلم بھی اس حکم کو جانتا ہے یہ لازم فائدۃ الخبر ہے۔

Scanned with CamScanner

یعنی کہ فائدہ اور لازم فائدہ الخبر میں یہ ہے کہ ان کے درمیان فائدہ الخبر ملزوم
اور لازم فائدہ الخبر لازم ہے ان کے درمیان نسبت تساوی کی ہے جب فائدہ الخبر پایا جائے گا
تو لازم فائدہ الخبر پایا جائے گا لازم فائدہ پایا جائے گا تو فائدہ الخبر پایا جائے گا لیکن
مفتاح العلوم کے اندر یہ ذکر کیا ہے کہ ان کے درمیان لازم معمول کا مساوات نہیں ہے لازم
العلم ہے جاننے والے کے اعتبار سے ہو یا اعتقاد کے اعتبار سے ہو ان کے درمیان نسبت
عموم خصوص مطلق ہے ملزوم خاص ہے اور لازم عام ہے۔

فائدہ الخبر (ملزوم)، لازم فائدہ الخبر کے بغیر پایا جانا محال ہے لیکن ملزوم کا لازم کے بغیر پایا
جانا محال ہے (۲) خاص کا عام کے بغیر پایا جانا محال نہیں ہے یعنی فائدہ الخبر کے بغیر
لازم فائدہ الخبر کا پایا جانا محال نہیں ہے کیونکہ مثلاً جب مخاطب
کو کسی چیز کا علم نہ ہو تو متکلم مخاطب کو فائدہ الخبر پہنچانے کا قصد کرے اب
فائدہ الخبر خاص ہے اب متکلم لازم فائدہ الخبر کا قصد کرے تو یہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ لازم
فائدہ الخبر پایا جائے لیکن فائدہ الخبر نہ پایا جائے کیونکہ اس صورت میں مخاطب کو
پہلے بھی علم ہو گا

س: بعض اوقات مخاطب فائدہ الخبر اور لازم فائدہ الخبر دونوں کا عالم ہوتا ہے پھر
بھی اسے علم کا فائدہ نہیں پایا جاتا ہے کیا وجہ ہے

اس لئے کہا جاتا ہے کہ مخاطب کو اتارا جاتا ہے جاہل کے مرتبے میں کیونکہ وہ اپنے علم کے
مطابق عمل نہیں کرتا جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں
جیسے زید کو نماز کی فرضیت کا علم حاصل ہے اسے فائدہ اور لازم فائدہ خبر کا علم حاصل ہے لیکن پھر بھی زید سے
یہ کہا جائے نماز فرض ہے اگرچہ دونوں کا عالم ہے پھر بھی جاہل کے مرتبے میں اتارا گیا ہے علم کا
تقاضا تھا کہ علم پر عمل کرنا واجب ہے عمل نہ کرنے کی وجہ سے جاہل کے مرتبہ میں اتارا گیا ہے۔

۲ دوسری مثال علم کے تقاضے پر اوقات کے تقاضے ہوتے ہیں وہ مخاطب جو سوال کرنے والا ہو وہ عالم بھی ہو
پھر جو کتنا [illegible] اس کو جاننے کا ارادہ ہو [illegible] مخاطب سائل سے کہیں گے
یہ [illegible] ہے یہاں پر علم کا تقاضا سوال کرنا نہیں تھا پھر بھی سوال کیا یہ جاہل کے مرتبے میں اتارا ہے اس لئے کہ اس
نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا (3) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ یہ [illegible] اس کے جواب میں [illegible] پایا گیا
میں کیا ہے یہاں [illegible] کہ بعض اوقات مخاطب کو فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کا علم ہوتا ہے پھر بھی وہ کسی
حکمت کے تحت سوال کرتا ہے کہ اس کا مقصد واضح ہو جائے

Scanned with CamScanner

۱ کلام کو مقتضی حال پر کرنے کے طریق (الفاظ) صورتیں

۲ اسناد حقیقت عقلی و مجازی کی تعریف و وضاحت